سلسلہ مباحث فقہیہ ۔ ۳

اجتہاد

مناہج و اسالیب

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ

(العنکبوت ۲۹: ۶۹)

www.KitaboSunnat.com

محمد یوسف فاروقی

شریعۃ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

کتاب نمبر 1273
مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

سلسلۂ مباحثِ فقہیہ - ۳

اجتہاد

مناہج و اسالیب

www.KitaboSunnat.com

تالیف
پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی

شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوقِ طباعت ونشر بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اجتہاد: مناہج واسالیب
مصنف	:	ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی
نظرثانی	:	ڈاکٹر اِکرام الحق یٰسین
معاون نظرثانی	:	شمس الحق اَمین
پروف ریڈنگ	:	عبدالرحمٰن شاکر
سرورق ڈیزائن	:	محمد طارق اعظم
مطبع	:	ادارہ تحقیقاتِ اِسلامی، بین الاقوامی اِسلامی یونیورسٹی، اِسلام آباد
ناشر	:	شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اِسلامی یونیورسٹی، اِسلام آباد
نگران منشورات	:	ڈاکٹر اِکرام الحق یٰسین
اِشاعتِ اَول	:	مارچ ۲۰۰۹ء
تعداد	:	۱۰۰۰

کوائف فہرست سازی دورانِ طباعت

فاروقی، محمد یوسف ۱۹۵۰

اجتہاد: مناہج واسالیب

۱۔اجتہاد ۲۔اسلامی قوانین ۳۔فقہ اسلامی۔

(الف)۔عنوان

ISBN 978-969-8263-55-3 340.591 DC-21.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرستِ مضامین

مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

عنوانات	صفحہ نمبر
حرفِ اوّل	ز
مقدمہ	۱
تمہید	۹
باب اوّل: اجتہاد کا تصور اور پس منظر	۱۱
اجتہاد کا مفہوم	۱۱
تصورِ اجتہاد: آغاز وارتقا	۱۳
اجتہاد کا ثبوت	۱۴
باب دوم: اجتہاد کی اہلیت (قدیم اور معاصر فقہاء کے نقطۂ ہائے نظر)	۲۱
الف: قدیم فقہاء کی آراء	۲۱
امام جصاصؒ کی رائے	۲۲
امام ماوردیؒ کی رائے	۲۳
امام غزالیؒ کا نقطۂ نظر	۲۴
آمدیؒ کا نقطۂ نظر	۲۵
غزالیؒ ورازیؒ کی آراء کا تجزیہ	۲۹
شاطبیؒ کی رائے	۳۰
ب: معاصر فقہاء کی آراء	۳۰
وہبہ زُحیلی کی رائے	۳۰
یوسف القرضاوی وعبدالمجید السوسوہ کی رائے	۳۴
قرضاوی اور السوسوہ کے نقطۂ نظر کا تجزیہ	۳۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دورِ جدید میں مجتہد کی شرائط ۳۵
پہلی شرط: قرآن وسنت کے علوم ۳۶
دوسری شرط: عربی زبان پر عبور ۳۶
تیسری شرط: اجتہادی ذوق ۳۷
چوتھی شرط: حالاتِ حاضرہ سے واقفیت ۳۷
پانچویں شرط: اسلوب اور کردار ۳۸
ج: اجتماعی اجتہاد ۳۸
علامہ اقبالؒ کا تصور پارلیمنٹ اور اجتہاد ۳۹
علامہؒ کی رائے پر عمل کی صورت ۳۹
اجتہاد کا مشاورتی اسلوب ۴۲
عہدِ رسالت میں مشاورتی اجتہاد ۴۲
مشاورتی اجتہاد اور خلفائے راشدین کا انتخاب ۴۴
باب سوم: مناہج واسالیب اجتہاد (الف) ۵۱
اجتہاد میں عرف ورواج کا اعتبار ۵۱
اعتبارِ عرف کی شرائط ۵۲
فقہاء کے نزدیک عرف کی اہمیت ۵۳
اجتہاد میں استحسان کا مقام ۵۵
استحسان کا مفہوم ۵۵
استحسان کی بنیادیں ۵۵
استحسان کا مقصد اور اس کا ثبوت ۵۷
مصالحِ مرسلہ یا استصلاح ۶۱
شریعت میں مصالح کا اعتبار ۶۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عز الدینؒ اور ابن قیمؒ کا تصورِ شریعت و مصلحت	۶۲
مقاصد شریعت	۶۳
ضروریات	۶۴
حاجیات	۶۴
تحسینیات	۶۴
ذرائع	۶۶
اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے فتح الذرائع	۶۶
منکرات کی روک تھام کے لیے سد الذرائع	۶۶
سد الذرائع کی مثالیں	۶۸
باب چہارم: مناہج واسالیب اجتہاد (ب)	۷۱
اجتہاد میں اجماع کا مقام	۷۱
اجماع میں شوریٰ کا کردار	۷۱
اجماع کی سند قرآن قریم سے	۷۲
اجماع کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا تربیتی اسلوب	۷۳
دور جدید کی ضرورت اور طریق کار	۷۴
اجتہاد میں قیاس کا مقام	۷۵
قیاس کی تعریف	۷۵
تعیین علت کے مراحل	۷۷
قیاس اور شرح صدر	۷۸
سنت میں قیاس کے نظائر	۸۳
قیاس عہد صحابہؓ میں	۸۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہاء کے ہاں قیاس کا مقام اور قیاسی استنباط	۸۷
اجتہاد میں استدلال کا مقام	۹۱
استدلال کے طریقے	۹۲
دو حکموں کے مابین تلازم	۹۲
استقرا	۹۲
استصحاب حال کی اہمیت	۹۳
دور جدید میں اسالیب ومناہج اجتہاد کی افادیت	۹۴
نتائج بحث	۹۷
مصادر ومراجع	۹۹
کتب برائے مزید مطالعہ	۱۰۲
فرہنگِ مصطلحات	۱۰۳

کتاب قسم
مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرف اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام بنی نوع انسان کے لیے ہدایت کا آخری پیغام ہے جو ہر اعتبار سے محفوظ ہے۔ اس کے احکام و فرامین کا مستقل سرچشمہ قرآنِ مجید اور سنتِ مطہرہ ہے۔ فقہ الاحکام کا ذخیرہ عہدِ نبویؐ اور خلافت راشدہ میں حجاز کی حدود سے نکل کر افریقا اور ایشیا کے متعدد اقالیم میں نومسلم افراد اور اقوام کی ہمہ نوع رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا دکھائی دیتا ہے۔ اس صدر اوّل میں تمدنی، معاشی، سماجی، ثقافتی اوضاع و اطوار میں مختلف علاقوں میں تنوع اور تغیر دکھائی دیتا ہے۔ ریاستی سطح پر اسلامی سلطنت کی حدود کی وسعت نے اس کے اداروں کو متعدد اور مختلف مسائل سے دوچار کیا۔ جنھیں نپٹانے کے لیے نصوص کی روشنی میں بہت سے اجتہادات کیے گئے۔ اس نوع کے اجتہادات کی تعلیم و تربیت کا سامان اور انتظام خود عہدِ رسالت میں شروع ہو چکا تھا۔ اس سے اسلامی احکام میں ایک فطری لچک کا اظہار ہوتا ہے جو عہد بہ عہد اور نو بہ نو مسائل و مشکلات سے نپٹنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسلام کی یہ اجتہادی بصیرت اسے ایک آفاقی عظمت عطا کرتی ہے اور آئندہ زمانوں اور زمینوں میں پیدا ہونے والے مختلف النوع مسائل کے حل کا راستہ تجویز کرتی ہے۔ دوسری صدی ہجری میں عباسی خلافت کے عہد میں حجازی تہذیب و تمدن کا مکالمہ ایرانی، رومی، یونانی اور ہندی تہذیبوں سے ہوا تو فقہائے اسلام کو سیکڑوں نئے نئے عقدے، مسائل اور سوالات کا سامنا تھا۔ ان پیش آمدہ مسائل کو نصوص کی روشنی میں کیسے حل کیا جائے اور اسلامی احکام کا اطلاق ان پر کیسے کیا جائے، اس صورت حال نے اجتہاد کی روایت کو وسعت دی اور ہزاروں مسائل کا حل پیش کر دیا گیا۔ یہ شان دار فقہی ذخیرہ ہمارے ائمہ اور فقہا کی اجتہادی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔

بسا اوقات تمدن کے ارتقا، مقامی عرف کے تقاضے اور حالات کے اقتضا سے ایسے مسائل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی سامنے آتے ہیں کہ جن میں کوئی متعین نص موجود نہیں ہوتی۔ایسی صورت حال میں فقیہ کتاب وسنت سے مستنیر حکمت، تدبر اور غور وفکر سے کام لیتے ہوئے ایسی قیاسی رائے ظاہر کرتا ہے جو نصوص کے مزاج سے ہم آہنگ ہوتی ہے۔اسی باعث بہت سی فقہی آراء کو اجماع کا درجہ اور مقام حاصل ہو جاتا ہے۔پیش نظر رہے کہ ایسے قیاس اور فقہی آراء کا تعلق تعبدیات کی بجائے معاملات سے ہونا چاہیے۔بسا اوقات زمان ومکان کے تغیر سے تعبدیات میں بھی بعض ایسے مسائل سامنے آتے ہیں کہ جن کا حل ضروری ہو جاتا ہے، مثلاً قطبین میں جہاں دن اور رات کے گھنٹوں کی تعداد میں بہت نمایاں فرق ہوتا ہے تو وہاں پر نماز کے اوقات اور سحر وافطار کے آغاز واختتام کی کیا صورت ہوگی؟ اسی طرح سے جدید معاشی زندگی میں ہمہ گیر تبدیلیوں کے نتیجے میں انفرادی اور اجتماعی اموال کی نوعیت اور کیفیت بدل گئی ہے، ان پر زکوۃ کی وصول کیسے ہوگی؟ اور پھر تمدن اور سماج کی ہیئت میں تبدیلی کے باعث اس کے مصارف میں کیا تبدیلی ممکن ہے۔حکومت وریاست کے مختلف اداروں میں بھی ہمہ نوع تغیرات آچکے ہیں۔ سائنسی ایجادات اور ٹیکنالوجی کی اختراعات نے تمدن کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔طبی تحقیقات نے بھی کچھ نئے سوالات پیدا کر دیے ہیں۔ بین الاقوامی تجارت میں اسلامی ریاستوں کو غیر مسلم ممالک کے ساتھ کیا پیمانے اختیار کرنا ہوں گے۔خود اسلامی ملکوں میں حصص کی تجارت، انشورنس، اجتماعی تکافل، قرضوں کی اشاریہ بندی، بینکنگ کے جدید رجحانات اور کریڈٹ کارڈ اور اس جیسے درجنوں دوسرے معاشی مسائل نے ایک نئی کتاب البیوع مرتب کردی ہے۔انٹرنیٹ کی سہولت نے معاشرتی زندگی تک کو متاثر کردیا ہے۔اس کے حوالے سے نکاح وطلاق اور شہادت کے مسائل کی نوعیت تبدیل ہوگئی ہے۔یوں عہد جدید کے ان ہمہ نوع مسائل اور تمدنی ارتقا نے اجتہاد کی ضرورت اور اہمیت میں بہت اضافہ کردیا ہے۔

اجتہاد کی اہمیت کے پیش نظر مختلف زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، جن میں اس کی تعریف، ضرورت، اہمیت، مجتہد کے اوصاف، شرائط اور صلاحیت جیسے مباحث پیش کیے گئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اس ضمن میں جصاصؒ، ماوردیؒ، غزالیؒ، آمدیؒ اور ابو اسحٰق شاطبیؒ جیسے فقہا کی آراء کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ عہد حاضر میں دکتور وہبہ زحیلی، عبدالمجید السوسوہ اور دکتور یوسف قرضاوی جیسے متعدد فقہاء نے اجتہاد کے مختلف پہلوؤں پر اپنی آراء کا ذکر کیا ہے۔ برصغیر میں شاہ ولی اللہؒ کی متعدد تحریروں میں اس موضوع پر رہنمائی ملتی ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ (۱۸۷۷ـ۱۹۳۸) نے بھی اس موضوع پر انفرادی اجتہاد کے بجائے اجتماعی اجتہاد کی ضرورت پر توجہ دلائی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء کو لاہور کے ایک علمی اجتماع میں **الاجتہاد فی الاسلام** کے عنوان سے اپنا فکر انگیز مقالہ انگریزی زبان میں پیش کیا جو بعد ازاں ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' کے موضوع پر ان کے مجموعۂ خطبات میں شامل ہوا۔ اس خطبے کے موضوع کی صدائے بازگشت ان کی بہت سی تحریروں اور مکاتیب میں ملتی ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں اپنے عہد کے ممتاز علمائے کرام سے رابطہ کیا اور بحث ونظر کے نئے نئے دریچے وا کیے۔ عصر حاضر نے جس تمدنی، معاشی، تجارتی، سائنسی اور سیاسی صورتِ حال میں متعدد مسائل کو پیدا کیا ہے، اس کا ادراک اور مناسب حل اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اجتماعی اجتہاد کے لیے موزوں اداروں کی تشکیل کی جائے۔ علامہ محمد اقبالؒ نے اس ضمن میں ترکی کے بعض دانشوروں کی آراء سے اتفاق کرتے ہوئے پارلیمنٹ کے ادارے سے بہت سی توقعات وابستہ کی ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی میں اجتماعی اجتہاد کے تصور نے بہت سی عملی شکلیں اختیار کی ہیں۔ حکومتی اور غیر حکومتی سطح پر بہت سے ایسے ادارے تشکیل پا چکے ہیں جہاں پر تفقہ اور اجتہاد کے حوالے سے بہت مفید کام ہوا ہے۔ ایسے اداروں میں سعودی عرب میں **مجمع الفقه الإسلامي**، اور **هيئة كبار العلماء**، جدہ کی فقہ اکیڈمی، ایران کی ''شورائے نگہبان'' اور ''شورائے تشخیص مصلحت نظام''، مراکش کی ''مجلس علمی''، رابطہ عالم اسلامی کی **المجمع الفقهي**، ہندوستان کی ''اسلامی فقہ اکیڈمی'' اور ''ادارہ مباحثِ فقہیہ''، مصر میں **مجمع البحوث الإسلامية** اور پاکستان میں ''ادارہ تحقیقات اسلامی''، ''اسلامی نظریاتی کونسل''، ''شریعہ اکیڈمی''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور'' وفاقی شرعی عدالت'' جیسے ادارے بہت مفید اور وقیع خدمات انجام دے رہے ہیں۔ کویت کے ایک ادارے نے الموسوعة الفقهية کے عنوان سے متنوع مسائل پر متعدد جلدیں شائع کی ہیں۔ بعض غیر مسلم ممالک میں بھی اجتماعی اجتہاد کے حوالے سے غور وفکر جاری ہے۔ یورپی ''افتاء کونسل'' اور'' مجمع الفقه الإسلامي '' جنوبی امریکہ جیسے ادارے اس سلسلے میں اہمیت رکھتے ہیں۔

پیش نظر کتاب ''اجتہاد: مناہج واَسالیب'' بھی مذکورہ موضوع پر ایک مختصر مگر جامع علمی کاوش ہے جسے ادارۂ تحقیقات اسلامی کے فاضل رکن ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی نے بہت سلیقے اور عمدگی سے ترتیب دیا ہے۔ اس میں اجتہاد کے تصور، آغاز اور ارتقا کے حوالے سے بہت مفید اور مستند معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ماضی کے فقہا کی اجتہاد پر آراء پیش کرنے کے ساتھ مصنف نے معاصر فقہا کے نقطۂ نظر کو بھی کامیابی سے پیش کر دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ کے پارلیمنٹ کے ذریعے اجتماعی اجتہاد پر انہوں نے خاطر خواہ کلام کیا ہے۔ اس علمی اور قانونی مبحث کو واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر فاروقی نے قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ، استقرا، استصحاب حال اور عرف جیسے فقہی عنوانات کی فنی اور علمی اہمیت کو بیان کیا ہے کہ جن کی مدد سے اجتہادی بصیرت کا وہ اسلوب سامنے آتا ہے جو اجتہاد کے عملی امکانات کو روشن اور واضح کر دیتا ہے۔

مسلمانوں کے قانونی اور فقہی ذخیرے میں مقاصد شریعت کا تعین بہت پہلے سے موجود ہے۔ شریعت میں مصلحت کا تصور ایک فکر انگیز اور تخلیقی عامل ہے جس کی تفہیم کے لیے فقہا نے مصالح شرعیہ کو ضروریات، حاجیات اور تحسینیات کے زمرے میں بیان کیا ہے، ان سے تمدنی اور ریاستی مسائل ومشکلات کے حل میں جہاں مدد ملتی ہے وہیں معاشرتی حسن اور سماجی توازن بھی میسر آتا ہے۔ اجتہادی مباحث کو مفید اور نافع بنانے کے لیے جن علمی وسائل یا اسالیب کی ضرورت ہے، اس سلسلے میں مصنف نے استدلال، استقرا، استصحاب حال، ذرائع اور عرف جیسے موضوعات کو بھی اختصاراً پیش کیا ہے۔ ان تمام مباحث میں انہوں نے کسی مخصوص فقہی داستان پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انحصار کرنے کے بجائے جو اسلوب کار اختیار کیا ہے، اس طرز فکر نے ان کی اس علمی کوشش کو بہت مفید اور جاذب بنا دیا ہے۔ اجتہاد کے مشاورتی اسلوب پر گفتگو کرتے ہوئے مصنف نے اس روایت کو بجا طور پر عہد رسالت اور دور خلافت سے متعلق قرار دیا ہے۔ عصر حاضر اور مابعد کے زمانوں میں اسی اصول مشاورت کو اجتماعی اجتہاد کے آداب اور رسوم میں اختیار کیا جاسکتا ہے۔ فقہی اور قانونی مسائل میں اجماع کی ضرورت ناگزیر ہے جو اجتہاد کی صورت میں میسر آسکتا ہے۔ اسلامی ممالک میں اجتماعی اجتہاد ایک ناگزیر ضرورت ہے جس کے لیے متعدد ادارے سرگرم عمل ہیں۔ یہ مختصر کتاب ایسے اداروں کے عاملین اور سکالرز کے لیے ایک سائنٹی فک روشنی اور رہنمائی فراہم کرسکتی ہے۔ شریعہ اکیڈمی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد کے لیے ایک اعزاز کی بات یہ ہے کہ یہ مفید، مؤثر اور مثبت تحریر اس کے شعبۂ مطبوعات سے شائع ہو رہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ قانون و شریعت سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس سے خاطر خواہ استفادہ کریں گے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر
ڈائریکٹر شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام بطور دین ایک مکمل نظامِ زندگی ہے، اس کے بارے میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

> **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدۃ ۵:۳)**
>
> آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمتوں کو بھی پورا کر دیا، اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین (نظام حیات) پسند کر لیا۔

اس آیت مبارکہ میں تین باتوں کو ذکر کیا گیا ہے: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دین حنیف کی تکمیل فرما دی۔ دوسرے یہ کہ دین اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے، اللہ تعالیٰ نے تکمیل دین کی صورت میں اپنی نعمت کی بھی تکمیل فرما دی، تیسری بات یہ کہ دین اسلام ہی بطور دین یا بطور نظام زندگی انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔

دین اسلام جس کی رہنمائی کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت سے ہوا تھا، آغازِ انسانیت ہی سے اس کی ہدایت و رہنمائی کا کام ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کے ذریعے انجام پاتا رہا۔ جوں جوں انسانی تہذیب وتمدن پھیلتا گیا اور جوں جوں اس کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی جانب سے رہنمائی کا سلسلہ بھی آگے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم میں انسانی معاشرہ اپنے ارتقا کی اس منزل کو پہنچ گیا، جہاں وہ اس صلاحیت کا حامل ہو چکا تھا کہ عالمی بنیاد پر انسانی معاشرہ کی تشکیل و تنظیم کر سکے۔ جب معاشرہ اس درجے کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اس دین کو بھی مکمل فرما دیا۔ اب تکمیلِ دین کے بعد کوئی نیا دین نہیں آئے گا، نہ ہی اس دین حنیف کی واضح تعلیمات کے خلاف کوئی چیز قابل قبول ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مکمل شدہ نظام حیات ہے۔ اس کی تکمیل اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسانیت کے لیے بہت بڑی نعمت ہے اور یہی دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہے۔

اس آیت مبارکہ میں مزید غور کیجیے تو تین نکتے اور سامنے آتے ہیں: ایک یہ کہ دین اسلام خاتم الادیان ہے یعنی اس کے بعد کوئی نیا دین نہیں آئے گا۔ دوسرے یہ کہ یہ آخری اور کامل دین جس رسول پر نازل ہوا وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم الانبیاء قرار پائے ہیں۔ اس لیے کہ جب دین کی تکمیل ہوگئی تو رسالت کی ضرورت بھی ختم ہوگئی، لہٰذا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی رسول یا نبی کی ضرورت نہیں رہی۔ تیسرے یہ کہ اس دین کی تکمیل کے ساتھ قیامت تک دین کی حفاظت کا اہتمام بھی اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔ کتاب اللہ اور سنت نبوی جو دین و شریعت کا حقیقی ماخذ و مصدر ہیں ہمیشہ محفوظ رہیں گے۔ اس لیے کہ یہ ممکن نہیں کہ تکمیلِ دین و رسالت کے بعد آخری کتاب اور جس رسول پر وہ آخری کتاب نازل ہوئی، اس کی زندگی اور تعلیمات محفوظ نہ رہیں۔ چنانچہ گزشتہ چودہ صدیوں سے یہ دونوں چیزیں محفوظ چلی آ رہی ہیں۔ مسلم امہ کے اہل علم ہر دور اور ہر زمانے میں پیش آنے والے مسائل کے بارے میں انہی دو مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

قرآن و سنت میں دین کے بنیادی عقائد، عبادات اور ظاہری و باطنی اخلاق کے لیے واضح ہدایات موجود ہیں۔ ان تینوں شعبوں میں اگر افراد امت کی صحیح تعلیم و تربیت کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی جائے تو زندگی کے دیگر معاشرتی، معاشی اور سیاسی امور کا حل بھی آسان ہو جاتا ہے۔ قرآن وسنت میں ان شعبوں کے بارے میں زیادہ تر اصولی ہدایات دی گئی ہیں۔ کہیں کہیں جزوی مسائل پر بھی واضح حکم بیان کیا گیا ہے۔ قرآن وسنت کے احکام اٹل ہیں، انہیں تو کوئی فرد نظر انداز نہیں کرسکتا، لیکن زندگی کے مسائل کبھی ختم نہیں ہوتے۔ ہر دور اور ہر زمانے میں کچھ نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ مرورِ ایام اور ارتقائی مراحل طے کرنے کی وجہ سے بہت سی معاشرتی اور سماجی تبدیلیاں نمودار ہوتی ہیں۔ مختلف تہذیبوں کے اجتماع سے بھی بسا اوقات مسائل جنم لیتے ہیں۔ نئی نئی ایجادات کی وجہ سے بھی کچھ مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اس قسم کے سارے مسائل اور ان کے حل کی تفصیلات کسی ایک کتاب میں یکجا جمع نہیں کی جاسکتیں۔ اس قسم کے مسائل کو حل کرنے کے لیے شریعت نے اجتہاد کا اصول عطا فرمایا ہے۔

اصولِ اجتہاد پر مسلمان فقہاء اور اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اس موضوع پر علمی گفتگو کا آغاز تو دوسری صدی ہجری میں ہوگیا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ایک کتاب کا تذکرہ ملتا ہے جو انہوں نے **كتاب الرأي** کے نام سے لکھی تھی، یقیناً اس کتاب میں، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، اجتہاد و استنباط پر بحث کی گئی ہوگی۔ پھر اسی موضوع پر ان کے بعض شاگردوں نے بھی کام کیا، امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کی بھی اس موضوع پر تحریروں کا تذکرہ ملتا ہے۔ بدقسمتی سے ان کی یہ تحریریں ہم تک نہیں پہنچ سکیں، البتہ امام شافعیؒ کی تصنیف **الرسالة** آج ہمارے پاس موجود ہے جس میں مسئلہ اجتہاد پر علمی بحث ملتی ہے۔

امام شافعیؒ (م ۱۵۰ھ) نے اصول فقہ کے مباحث کے ساتھ اجتہاد پر بھی گفتگو کی ہے۔ ان کی اجتہاد پر بحث اگرچہ مختصر ہے لیکن ایک اصولی بحث ہے۔ وہ قرآن حکیم کی مختلف آیات سے استدلال کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ عقل وحواس اور علم کی بنیاد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر دلائل کے ذریعے کسی بات کو ثابت کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ لیکن اس سارے عمل میں اللہ تعالیٰ سے استعانت اور اس کی طرف توجہ و رغبت بہت ضروری ہے۔(۱)

امام جصاصؒ (م ۳۷۰ھ) نے اپنی کتاب الفصول في الأصول میں قدرے تفصیل سے بحث کی ہے۔ انہوں نے قیاس کو بھی اجتہاد میں شمار کیا ہے۔(۲) جصاصؒ کے قیاس و اجتہاد کے ابواب پر قاضی سعید اللہ صاحبؒ نے کام کیا ہے جسے مکتبہ علمیہ لاہور نے ۱۹۸۱ء میں شائع کیا۔

ماوردیؒ (م ۴۵۰ھ) نے اجتہاد پر بحث کرتے ہوئے مجتہد کی شرائط پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ (۳) بزدویؒ (م ۴۸۲ھ) نے ایک باب میں شرائط کے ساتھ مجتہدین کے مراتب و درجات پر بھی گفتگو کی ہے۔ (۴) اس طرح اجتہاد کے موضوع پر علمی بحث مسلسل آگے بڑھتی رہی۔ اجتہاد عملاً بھی جاری و ساری رہا۔ بعد میں آنے والے فقہاء نے بھی اصول فقہ کو مرتب کرتے ہوئے اجتہاد کو علمی اور فنی طور پر آگے بڑھایا۔ امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) نے تجزي الإجتهاد(۵) پر بھی بحث کی ہے اور اس کے حق میں دلائل دیئے ہیں۔

۱۔ شافعی، محمد بن ادریس، الرسالة، باب الاجتهاد، تحقیق احمد شاکر (مصطفى البابي الحلبي، القاهرة ۱۳۰۹ھ) ص ۴۸۷۔۵۰۳

۲۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی، الفصول في الأصول (دارالكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء) ج ۲، ص ۲۰۱۔۲۰۵

۳۔ ماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، أدب القاضي (مطبع الإرشاد، بغداد ۱۹۷۱ء) ج ۱، ص ۴۸۸

۴۔ بزدوی، علی بن محمد، كنز الوصول الى معرفة الأصول (نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی ت ن) ص ۲۷۸۔۲۸۱

۵۔ تجزی اجتہاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص شعبہ میں مہارت رکھنے والا عالم اگر اس شعبہ سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات سے بھی واقف ہو تو وہ اس خاص شعبہ کے مسائل پر اجتہادی رائے دے سکتا ہے۔ غزالی، ابوحامد محمد، المستصفیٰ (قم - ایران ۱۳۶۸ھ) ج ۲، ص ۳۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاصر فقہاء نے مسئلہ اجتہاد کی طرف زیادہ توجہ کی ہے۔ انہوں نے اس موضوع کی اہمیت وضرورت اور اس کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کے لیے سیمینار بھی منعقد کیے ہیں اور اہل علم نے اجتہاد پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جامعۃ الامام محمد بن سعود نے ریاض میں ۱۳۹۶ھ میں اجتہاد کے موضوع پر ایک کانفرنس کا اہتمام کیا تھا، جس میں عالم اسلام کے نامور اہل علم نے شرکت کی اور اپنے مقالات بحث اور غور وفکر کے لیے پیش کیے۔ ان میں معروف فقیہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، شیخ علی الخفیف اور ڈاکٹر حسن احمد مرعی، ایسے پایہ کے حضرات نے مقالات پیش کیے۔ ۱۴۰۴ھ میں جامعۃ الامام کے ایک شعبہ **المجلس العلمي** نے ان مقالات کو کتابی شکل میں شائع کیا۔ نادیہ شریف العمری کی اس موضوع پر دو کتابیں شائع ہوئیں: ایک **اجتهاد الرسول** کے نام سے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادات کو یکجا مدون کیا گیا ہے اور دوسری **الاجتهاد في الإسلام: أصوله، أحكامه، آفاقه،** کے عنوان سے بیروت سے شائع ہوئی ہے۔ عالم اسلام کے معروف فقیہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی کتاب **الاجتهاد في الشريعة الإسلامية مع نظرات تحليلية في الاجتهاد المعاصر** کو اہل علم میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ بعض اہل علم نے مقاصد الشریعہ کے حوالے سے قلم اٹھایا۔ انہوں نے مقاصد کے دائرے میں رہ کر اجتہاد کی ضرورت کی طرف توجہ مبذول کرائی۔ اس موضوع پر ڈاکٹر نور الدین مختار الخادمی کی کتاب **الاجتهاد المقاصدي** دو جلدوں میں قطر سے شائع ہوئی۔

دور جدید کے بعض اہل علم اجتماعی اجتہاد کو امت کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ اس موضوع کے حوالے سے بھی اہل علم نے کام کیا ہے، اوران کے بعض بہت فکر انگیز مقالات شائع ہوئے ہیں، خصوصاً قطب مصطفیٰ سانو کا ایک مبسوط مضمون **الاجتهاد الجماعي في التشريع الإسلامي** کے عنوان سے شائع ہوا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علامہ اقبالؒ نے تقریباً پچھتر سال قبل اجتماعی اجتہاد کا جو تصور پیش کیا تھا ہمارے معاصر اہل علم نے اس پر غور وفکر کرنا شروع کر دیا ہے اور دور جدید میں اس کے امکانات اور عملی صورتوں کو اجاگر کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اردو زبان کا دامن بھی اس علمی موضوع سے خالی نہیں رہا۔ اہل علم نے اس زبان میں بہت وقیع کام کیا ہے۔ بعض تحریریں تو ایسی ہیں جو فکری لحاظ سے بہت اعلیٰ و ارفع ہیں۔ ان میں سرفہرست مولانا محمد تقی امینی مرحوم کا کام ہے۔ ان کی کتاب اجتہاد دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کے پہلے حصے میں اجتہاد کے تاریخی پس منظر پر گفتگو کی گئی ہے۔ اور دوسرے حصے میں مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر سے کام کیا گیا ہے۔ یہ کتاب پہلے علی گڑھ سے شائع ہوئی تھی، پھر پاکستان میں قدیمی کتب خانہ کراچی نے اسے شائع کیا۔

اجتہاد ایک علمی اور فکری حرکت تو پیدا کرتا ہے اور پیدا ہونے والے مسائل کا حل بھی پیش کرتا ہے لیکن قرآن وسنت کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کی اجازت نہیں دیتا۔ بعض حضرات نے اجتہاد کے نام پر حدودِ شریعت سے تجاوز بلکہ دین میں تحریف تک کی کوششیں کیں۔ اس قسم کی تحریروں کے جواب میں مولانا مجیب اللہ ندوی کی کتاب ''اجتہاد اور تبدیلی اَحکام'' کے عنوان سے منظر عام پر آئی ہے۔ یہ کتاب دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے مرکز تحقیق نے شائع کی ہے۔اس کے علاوہ اور بہت سے علمی مضامین بھی تحریفی اجتہاد کے رد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

اصولِ فقہ اور اجتہاد کے مختلف پہلوؤں پر شریعہ اکیڈمی نے بھی وقیع کام کیا ہے۔ اردو زبان میں اجتہاد کے مختلف پہلوؤں پر علمی انداز میں جو کام اکیڈمی نے شائع کیا وہ واقعی قابل قدر ہے۔ شریعہ اکیڈمی نے ''علمِ اصول فقہ: ایک تعارف'' کے عنوان سے ملک بھر کے علمائے کرام اور سکالر حضرات کے مقالات پر مشتمل ایک کتاب تین جلدوں میں شائع کی ہے اس میں اجتہاد کے مباحث تفصیل سے اجاگر ہوئے ہیں۔

ادارہ تحقیقات اِسلامی نے ''اجتماعی اجتہاد: تصور، ارتقاء اور عملی صورتیں'' کے موضوع پر ۲۰۰۵ء میں ایک سیمینار کا اہتمام کیا تھا۔ اس سیمینار کے مقالوں کو ادارے نے مدون کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے۔ یہ اجتماعی اجتہاد پر علمی مضامین کا یہ ایک اچھا مجموعہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال ہی میں مولانا ابوعمار زاہد الراشدی صاحب نے اجتہاد کے مختلف پہلوؤں پر اپنے متفرق مضامین کو مدون کر کے کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ اس طرح اردو زبان میں اجتہاد، اس کے طریق کار اور عملی صورتوں پر مسلسل مقالات اور کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔

اردو ادب میں اجتہاد پر ان تحریروں کی وجہ سے اُن اہل علم حضرات کے لیے بہت حد تک سہولت پیدا ہوگئی ہے جو عربی زبان پر عبور نہیں رکھتے، لیکن فقہ وقانون میں دلچسپی رکھتے ہیں اور یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اجتہاد کی حقیقت کیا ہے اور کس طرح اجتہاد کا عمل معاشرے کے مسائل کو حل کرتا ہے۔

ہم نے اپنی اس کتاب میں یہ کوشش کی ہے کہ اجتہاد کے ان مناہج و اسالیب کو، جو مجتہدین اور فقہاء کے ہاں مروج ومقبول ہیں، آسان اسلوب میں بیان کر دیا جائے تاکہ اردو دان طبقہ کے سامنے بھی اجتہاد کی وسعت، گہرائی اور ہمہ گیری واضح ہو جائے۔ ہمیں امید ہے کہ دینی علوم کے فضلا، قانون دانوں اور عدلیہ سے وابستہ اہل علم حضرات کے لیے یہ تحریر مفید ثابت ہوگی۔

شریعہ اکیڈمی نے کچھ عرصہ قبل قانونِ اسلامی پر ایک اختصاصی (Advanced) کورس کا اہتمام کیا تھا، اس کورس کے لیے مختلف موضوعات پر اہل علم سے تحریریں لکھوائی گئی تھیں جو چوبیس کتابچوں کی صورت میں شائع ہو چکی ہیں۔ ہماری یہ تحریر بھی ابتداء اس کورس کے لیے لکھی گئی تھی جو پہلی مرتبہ ۲۰۰۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ بعض احباب نے اس رائے کا اظہار کیا کہ اس کتاب میں مجتہد کی اہلیت و صلاحیت کے بارے میں ایک اضافہ کر دیا جائے، چنانچہ اس کتاب میں اس علمی بحث کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ کچھ زبان و بیان کے اسلوب کو بھی بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ زبان کے اسلوب کو بہتر بنانے میں ہمارے دوست مجاہد لاہوری کا تعاون حاصل رہا ہے اور ہمارے رفیق کار حافظ اکرام الحق یٰسین صاحب اور شمس الحق اٰمین صاحب کے علمی مشورے بھی شامل رہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروف کی اصلاح میں عبدالرحمان شاکر صاحب اور مقالہ کی کمپوزنگ میں محمود اختر صاحب نے تعاون فرمایا، جس کے لیے ہم ان سب کے شکرگزار ہیں۔

یہ سب کچھ محض ایک طالب علمانہ کاوش ہے۔ اس میں اصلاح اور بعض اضافوں کی اب بھی ضرورت محسوس ہوگی۔ اہل علم اور ناقدین کے مخلصانہ مشوروں سے اصلاح اور اضافوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر کاوش کو قبول فرمائیں اور اسے اشاعت علم اور نفاذ شریعت کا ذریعہ بنا دیں۔

اللّٰهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.

☆☆☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہید

اِسلامی ادب میں دین کی اصطلاح بہت جامع ہے۔دین سے مراد ایک ایسا نظامِ حیات ہے جو ہر شعبۂ زندگی کے لیے ہدایت و رہنمائی مہیا کرتا ہے۔اس کی رہنمائی بچے کی پیدائش سے قبل شروع ہو جاتی ہے اور مرنے کے بعد بھی جاری رہتی ہے۔ دین فرد کی رہنمائی بھی کرتا ہے اور معاشرے کی بھی۔لیکن فرد کی تربیت کر کے اس کی فکر، اس کے رویے اور اس کی عملی زندگی کی اصلاح کر کے پہلے اسے ایک صالح معاشرے کی تشکیل پر آمادہ کرتا ہے، پھر ایک بھر پور،متحرک اور تعمیری اجتماعی زندگی کے لیے معاشرے کی رہنمائی کرتا ہے تاکہ لوگ باہم مل کر دنیا میں نیابت اور خلافت کے فرائض انجام دے سکیں۔

دین کے تین بنیادی ستون ہیں: پہلا ستون ایمان ہے جس کی بنیاد توحید، رسالت، آخرت، اعمال کے حساب وکتاب اور جزا وسزا کے عقیدہ پر ہے۔ ایمان نام ہے تصدیقِ قلبی کا۔ دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی ایمان کی لہریں اندرونی کیفیات کے ساتھ ظاہری زندگی کے ہر شعبے کو ایمان کے تقاضوں کے مطابق ڈھال دیتی ہیں۔

دین کا دوسرا اہم ستون تزکیۂ نفس اور تہذیبِ اخلاق ہے۔ایمان اور فضائلِ اخلاق کا اتنا گہرا ربط ہے کہ انہیں ایک دوسرے سے الگ کرنا ممکن نہیں۔ انسانی فکر اور رویے کی اصلاح شعوری ایمان اور تزکیۂ نفس وتہذیب اخلاق کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد اخلاق کی تکمیل ہے۔ آپؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کو اس قدر مستحکم واجاگر فرمایا کہ اس دور میں کوئی دوسری قوم اخلاقیات میں ان کی ہم پلہ نہیں رہی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا بنیادی ستون اعمالِ صالحہ ہیں۔اعمال صالحہ میں عبادات، معاملات، تعلیم و تعلّم، دعوت وارشاد، معاشرت، عدل و قضا، نظمِ مملکت وحکومت اور بین الاقوامی تعلقات وغیرہ شامل ہیں۔

جوشخص دین حنیف کی ان تینوں بنیادوں کا احاطہ کر لیتا ہے اسے دین کا فہم حاصل ہو جاتا ہے۔دین کے اسی مجموعی فہم کا نام فقہ ہے۔یہ ان اہلِ ایمان کو حاصل ہوتا ہے جو تزکیہ اور احسان کے مرحلے سے گزر کر قرآن وسنّت کے معارف وحِکم کو سمجھتے ہیں۔

قرآن حکیم کی آیت مبارکہ میں اسی فہم دین کی طرف اشارہ ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ

[التوبة ۹: ۱۲۲]

کیوں نہ ایسا ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ نکل کھڑے ہوں تاکہ وہ دین کا فہم اور بصیرت حاصل کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک سے بھی فقہ کا یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے:

مَنْ يُرِدِاللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِى الدِّيْن

اللہ تعالیٰ جسے خیر عطا کرنا چاہتے ہیں اسے دین کا فہم وبصیرت عطا فرما دیتے ہیں۔

دین کا فہم رکھنے والے حضرات میں کچھ لوگ اپنی وسعتِ علمی اور ذہانت وفراست کی وجہ سے نمایاں مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ ان میں استدلال و استنباط کی عمدہ صلاحیت ہوتی ہے۔ یہ لوگ شریعت کی اصطلاح میں مجتہد کہلاتے ہیں۔ اپنے علم اور استدلالی صلاحیتوں کی بنا پر یہ لوگ کسی بھی دور میں درپیش مسائل کا حل قرآن و سنّت کی تعلیمات میں دی گئی اصولی ہدایات اور قواعد وکلیات کی روشنی میں طے کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت
مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

باب اوّل

اجتہاد کا تصور اور پس منظر

اجتہاد کا مفہوم

دین میں اجتہاد کوئی نئی چیز پیدا کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ نئے پیدا ہونے والے مسائل کے بارے میں دین کا رویہ یا نقطہ نگاہ دریافت کرنے کا نام ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے مالکی فقیہ ابن العربیؒ کی یہ عبارت نقل کی ہے:

> شریعت میں جس اجتہاد کا اعتبار ہے وہ کتاب اللہ یا سنت سے دلیل تلاش کرنے میں جدوجہد کرنا ہے۔ اجماع یا عربی زبان کے محاورات کی رہنمائی میں خاص مسئلے میں کسی ایسے حکم کو ثابت کرنا جو اس دلیل سے پیدا ہوتا ہو جس کی تلاش میں آپ نے کوشش کی اور اپنے خیال میں اس حکم کا علم اسی دلیل سے آپ کو حاصل ہوا ہو، بس اسی کا نام اجتہاد ہے۔(۱)

عہد رسالت مآبؐ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں اجتہاد کے مفہوم میں بڑی وسعت تھی اور وہ تمام شعبہ ہائے زندگی پر محیط تھا۔ مسائل کا تعلق خواہ معاشرتی زندگی سے ہو یا سیاسی امور سے، معاشیات سے ہو یا قانونی اور دستوری امور سے، جہاں بھی نصوص خاموش ہوں وہاں اجتہاد کا اطلاق ہوگا اور کسی جمود کے بغیر ارتقا کا عمل جاری رہے گا۔

ماوردیؒ (م ۴۵۰ھ) کی عبارت میں اس بات کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ ان کے نزدیک اجتہاد کا مفہوم ہے: **ھو طلب الصواب بالإمارات الدالة عليه** (۲)۔ یعنی اجتہاد

۱۔ مقدمہ تدوین فقہ ص ۳۲

۲۔ ماوردی، ادب القاضی ۱:۴۹۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرائن اور دلائل کے ذریعے صحیح بات کو پالینے کا نام ہے۔ حنفی مکتب فکر کی اصول فقہ کی معروف کتاب أصـول البزدوي کے شارح عبدالعزیز بخاریؒ (م۷۳۰ھ) نے بعینہ اس تعریف کو قبول کیا ہے۔(۱) ان کے نزدیک بھی اجتہاد کا یہی مفہوم ہے۔ فخر الاسلام بزدویؒ کے شارح نے یہ تعریف غالباً ماوردیؒ ہی سے اخذ کی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب کے اختلاف کے باوجود فقہاء ایک دوسرے سے استفادہ کرتے تھے۔

آغاز میں فقہاء کی ایک جماعت اجتہاد میں وسعت کے نقطۂ نگاہ کی حامل رہی ہے۔ ان کے نزدیک زندگی کے ہر شعبے میں اجتہاد کا عمل جاری و ساری رہنا چاہیے۔ بعد کے فقہاء میں بھی ایسے اہل علم رہے ہیں جنھوں نے اجتہاد کے اسی تصور کو اپنایا ہے۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نے اجتہاد کے بارے میں شاہ اسماعیل شہیدؒ کی وضع کردہ تعریف نقل کی ہے، وہ بھی اس رائے کی تائید فرماتے ہیں:

> ہمارے نزدیک اجتہاد فقہ کے اصطلاحی مفہوم میں ہی منحصر نہیں ہے بلکہ اس میں وسعت ہے اور ہر فن کو محیط ہے۔ البتہ ہر فن کے ماہرین کا اپنا منہج و اسلوب ہوگا کہ جن چیزوں کے بارے میں نصوص خاموش ہیں انہیں (کن قواعد و اصول کے ذریعے) واضح احکام کے تحت لایا جا سکتا ہے۔(۲)

متقدمین کی تحریروں میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ مثلاً فخر الاسلام بزدویؒ کا یہ کہنا کہ ''غالب رائے کے ذریعے صحیح بات تک پہنچنا''(۳)۔ اسی طرح سیف الدین آمدیؒ کی اجتہاد کی تعریف کو دیکھیے: ''اجتہاد اس مقدور بھر کوشش کا نام ہے جو مجتہد کسی امرِ شرعی کے بارے میں رائے قائم کرنے میں صرف کرتا ہے کہ اس سے زیادہ محنت اس کے

۱۔ کشف الاسرار ۳:۲۰

۲۔ مقدمہ تدوین فقہ ص ۴۰

۳۔ کشف الاسرار ۳:۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بس میں نہ ہو'۔(۱) ان تعریفوں میں اجتہاد کی وسعت کو پوری طرح محسوس کیا جاسکتا ہے۔

مجتہد کی یہ محنت و کاوش ہراس مسئلے کے بارے میں ہوسکتی ہے جس سے متعلق کوئی نص موجود نہ ہو اور فقیہ اس میں شریعت کا نقطۂ نگاہ جاننے کی کوشش کرے اور اپنی قائم کردہ رائے اپنے دلائل کے ساتھ پیش کر دے۔

اجتہاد کے سلسلے میں ایک نقطۂ نگاہ تحدید کا بھی رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اجتہاد کو صرف فقہی مسائل تک محدود کر دیا جائے۔ برصغیر کے علماء کا زیادہ رجحان اسی تصور کی طرف رہا ہے۔

تصورِ اجتہاد: آغاز وارتقا

عہدِ رسالت میں اجتہاد کا تصور ہجرت کے پانچویں سال ظاہر ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی بنیادی تعلیم و تربیت کا کام مکمل کر لیا تھا۔ سب سے اہم کام اسلامی عقائد کی تعلیم اور دل و دماغ میں انہیں خوب راسخ کرنا تھا۔ ساتھ ہی اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اجاگر کرنا اور قلب ونفس کا تزکیہ کرنا تھا۔ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی دور میں آغاز وحی سے شروع کر دیا تھا اور ایمان قبول کرنے والوں کے قلوب کا تزکیہ منشائے الٰہی کے مطابق فرمادیا تھا۔ تزکیہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشاتِ نفس سے دست بردار ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنا لے ۔ اپنے قلب کو اخلاص، صبر، شکر، توکل اور تقویٰ سے مزین کر لے ۔ ایسے ہی افراد فکری گمراہیوں اور عملی نجاستوں سے بچ سکتے ہیں۔

سن ۵ ہجری تک اسلامی معاشرہ سرزمینِ حجاز سے نکل کر دور دراز علاقوں میں پھیل گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے قیام اور مسلمانوں کے امور کی نگرانی

۱۔ آمدی، الإحكام في أصول الأحكام (المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۰۲ھ) ۴:۱۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے اُن علاقوں میں اپنے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کو انتظامی اور عدالتی ذمہ داریاں سپرد کیں۔ اجتہاد کی ضرورت بھی اسی وقت محسوس کی گئی کہ اگر لوگوں کو ایسے مسائل پیش آ جائیں جن کے بارے میں قرآن و سنّت خاموش ہوں تو انہیں قرآن و سنّت کی دی ہوئی اصولی ہدایات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ درپیش مسئلے سے متعلق شریعت کا نقطۂ نگاہ جاننے کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر کسی نتیجے تک پہنچنے کی سعی کی جائے۔

اجتہاد کا ثبوت

اجتہاد کے ثبوت میں سب سے اہم نص حدیثِ حضرت معاذ بن جبلؓ ہے۔ یہ حدیث محدثین کے علاوہ اصولِ فقہ کے تمام ائمہ نے نقل کی ہے، خواہ ان کا تعلق حنفی مکتب سے ہو یا مالکی مکتب سے، وہ شافعی مسلک سے وابستہ ہوں یا حنبلی مذہب سے، حدیثِ حضرت معاذ بن جبلؓ سب کے ہاں مقبول و مشہور ہے۔ اس حدیث کا آخری حصہ براہ راست اجتہاد سے متعلق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال پر کہ اگر تمہیں قرآن و سنّت میں درپیش کسی مسئلے کا حل نہ ملے تو کیا کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے جواب دیا: أجتهد برأيي ولا آلو (میں ایسی صورت میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور غور و فکر کے ذریعے کسی نتیجے تک پہنچنے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا)۔ اس جواب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی اور اطمینان کا اظہار فرمایا اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو اس قسم کی صورت حال میں اجتہاد کے ذریعے مسائل حل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔(۱)

اجتہاد کے ثبوت میں دوسری حدیث حضرت عمرو بن العاصؓ کی وہ مشہور روایت

۱۔ سنن أبي داؤد، كتاب القضاء، باب اجتهاد الرأي في القضاء ۳:۷۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جسے صحاح ستہ کے تمام محدثین نے نقل کیا ہے، وہ حدیث یہ ہے:

إذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب فله أجران، و إذاحكم فاجتهد فاخطأ فله أجرٌ۔(۱)

جب کوئی حاکم فیصلہ کرتا ہے اور فیصلہ کرنے سے پہلے زیر غور مسئلے میں خوب غوروفکر (اجتہاد) کر لیتا ہے (ہر پہلو سے اس کا جائزہ لے لیتا ہے) اور صحیح نتیجے پر پہنچ جاتا ہے تو وہ دوہرے اجر کا مستحق قرار پاتا ہے اور اگر وہ اجتہاد کرتا ہے اور غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔

محدثین نے اس حدیث کو تین اہم اصطلاحات کے ساتھ نقل کیا ہے۔ حاکم، قاضی اور عامل (گورنر، سربراہ صوبہ)۔ یہ تینوں عہدے اسلامی معاشرے میں عدالتی اور انتظامی ذمہ داریوں کے لیے اہم مناصب ہیں۔ امام بخاریؒ نے مختلف ابواب میں تینوں اصطلاحات استعمال کی ہیں۔اس طرح وہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ مسلم معاشرے میں اہم عدالتی اورانتظامی عہدوں پر اپنے علم اور کردار کے لحاظ سے اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے افراد کو فائز ہونا چاہیے تاکہ مشکل یا نئے مسائل کو وہ اپنی اجتہادی بصیرت سے حل کر سکیں۔

اس بحث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اجتہاد کا حق صرف اعلیٰ حکام اور عدالتی اختیارات کے حامل افراد ہی کو ہے۔ انہیں تو یہ حق اس لیے حاصل ہے کہ ان کے پاس تنفیذی اختیارات ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے فیصلوں پر عمل درآمد کرا سکتے ہیں، لہٰذا انہیں اجتہاد کی شرائط کا حامل ہونا چاہیے۔ ورنہ اجتہاد کا حق تو ان تمام اہلِ علم حضرات کو حاصل ہے جو اجتہاد کی اہلیت رکھتے ہیں۔قرآن حکیم اور سنّتِ نبوی نہ صرف حصولِ علم ہر فرد کے لیے فرض قرار دیتے ہیں بلکہ آفاق و انفس اور انسانوں کے عروج و زوال کی تاریخ میں

۱۔ سنن أبي داؤد ، كتاب القضاء، باب في القاضي يخطئ ۳:۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غور و فکر کی دعوت بھی دیتے ہیں۔ حالات و واقعات کے پس پردہ جو اسباب و علل کارفرما ہیں ان کے ذریعے نتائج حاصل کرنا یا علامات و آثار سے استدلال و استنباط کرنا ذہنی اور فکری ارتقا کا سبب ہوتا ہے، لہٰذا یہ بھی اسلامی تعلیمات میں مطلوب و مقصود ہے۔ مسلم معاشرے کے ہر فرد کو ذہنی و فکری ارتقا (Intellectual Development) کے تمام مواقع میسر ہونے چاہییں۔ عقل و ذہانت کے استعمال کے لیے جتنے بھی اہم الفاظ ہو سکتے ہیں قرآن کریم نے انہیں استعمال کیا ہے۔ مثلاً تفقہ، تدبر، تفکر، تعقل، نظر و فکر، فہم، استدلال اور استنباط وغیرہ اور اسی طرح آیات و علامات کے ذریعے نتائج حاصل کرنے کی بھی پُرزور دعوت دی ہے۔ ان سب کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کا ہر فرد علمی، ذہنی اور فکری لحاظ سے اقوام عالم سے بلند و نمایاں رہے۔

اجتہاد بالرائے

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کی وضاحت کر دی جائے کہ اجتہاد بالرائے کی صورت میں وحی الٰہی اور عقلِ انسانی دونوں کا امتزاج ہوتا ہے۔ انسانی ذہانت جس قدر وحی الٰہی سے ہم آہنگ ہوگی، خطا اور غلطی کا امکان بھی اسی قدر کم ہوگا۔ ان دونوں میں جس قدر بُعد ہوگا، غلطی کا امکان بھی اتنا ہی بڑھ جائے گا۔ غلطی کے اس امکان کو کم کرنے کے لیے فقیہ و مجتہد کو تزکیۂ نفس اور احسان کے عمل سے گزرنا ضروری ہے۔ تزکیۂ نفس انسان کو فکری (اعتقادی) اور عملی نجاستوں سے پاک کر کے قلب انسانی کو اس قدر منور کر دیتا ہے کہ وہ وحی الٰہی کا صحیح اور عمیق فہم حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے اسی لیے تلاوتِ کتاب اور تعلیمِ کتاب و حکمت کے درمیان تزکیہ نفس کو رکھا ہے۔ کتاب اللہ کے علوم اور اس کی حکمتوں تک انسان کی رسائی تزکیہ و احسان کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ کرامؓ کو قاضی، حاکم یا عامل مقرر کیا تھا یہ وہ حضرات تھے جن کی تعلیم و تربیت خود آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیرِ نگرانی ہوئی تھی۔صحابہ کرامؓ نے عہدِ رسالت میں قرآن کریم کے احکام کی تطبیق و تنفیذ کے سارے عمل کا مشاہدہ کیا تھا۔ان کے فہمِ دین، ذہانت اور فراست پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعتماد تھا۔یہ لوگ اجتہاد کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔

ہمارے فقہاء نے اثباتِ اجتہاد کے لیے بہت ذہانت کے ساتھ قرآن حکیم سے بھی استدلال کیا ہے۔مثلاً امام شافعیؒ سورۃ البقرۃ کی اس آیت:

وَمِنۡ حَيۡثُ خَرَجۡتَ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ وَحَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ [البقرۃ ۲:۱۵۰]

تم جہاں سے بھی نکلو (نماز پڑھنے کی صورت میں) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو، اور تم جس جگہ بھی ہو اپنا رخ اسی مسجد کی طرف کیا کرو۔

سے استدلال کرتے ہیں کہ حالتِ سفر میں جب انسان ایسے مقام پر ہو جہاں قبلہ کی صحیح سمت معلوم نہ ہو تو نماز پڑھنے سے قبل قبلہ کا رخ جاننے کے لیے کائنات میں موجود کچھ علامات کو دیکھ کر اور اپنے تمام حواس کو استعمال کر کے یہ جاننے کی کوشش کرنا چاہیے کہ قبلہ کس طرف ہو سکتا ہے۔چاند اور سورج کی حرکت یا ستاروں کی گردش کو دیکھ کر یہ پتا چلانا چاہیے کہ بیت اللہ کس جہت میں واقع ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

وَعَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ [النحل ۱۶:۱۶]

اور راہوں میں اللہ تعالیٰ نے نشانات بنا دیے ہیں۔اور لوگ ستاروں سے بھی راستے معلوم کرتے ہیں۔

ان علامات اور سیاروں کی گردش کے مطالعہ اور اپنی عقل و ذہانت کے استعمال کے نتیجے میں جس جہت پر اطمینانِ قلب ہو جائے انسان اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔جہتِ قبلہ معلوم کرنے کا یہ سارا عمل امام شافعیؒ کی رائے میں اجتہاد کی ایک صورت ہے۔قرآن حکیم کی ایک اور آیت بھی اجتہاد کے حق میں پیش کی جاتی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ [الحشر ۵۹:۲]

پس عبرت حاصل کرو، اے آنکھیں رکھنے والو!

اس آیت مبارکہ کے شانِ نزول اور سیاق و سباق سے پتا چلتا ہے کہ ان آیات میں یہودیوں کے ایک قبیلے کی بدعہدی اور وعدہ خلافی کی طرف اشارہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے باقاعدہ معاہدہ کیا تھا لیکن اس قبیلہ (بنونضیر) نے غزوۂ احد میں جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کو خاصا نقصان پہنچا ہے تو انہوں نے قریش مکہ سے خفیہ رابطے شروع کر دیے اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرنے کا عہد کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کی بدعہدی کا علم ہوا تو انہیں مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔

مفسرین اور فقہائے کرام اعتبار کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں: کسی شے کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا، یعنی جو حکم اس کی نظیر کا ہے وہی حکم اس شے کا قرار دینا۔

استدلال و استنباط کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ نظائر و اشباہ کو بنیاد بنا کر نتائج اخذ کیے جائیں۔ اسی طرح تاریخی واقعات اور قوموں کے عروج و زوال کے واقعات محض قصے اور کہانیوں کے طور پر نہ پڑھے جائیں بلکہ ان تمام واقعات میں پنہاں اسباب و علل کا کھوج لگا کر صحیح نتائج تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ تاریخ کے ہر واقعہ میں درسِ عبرت پنہاں ہوتا ہے۔ دانش مندی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اس سے نصیحت حاصل کر کے اپنی زندگی کو ان برائیوں سے روکا جائے جن میں ماضی کی اقوام مبتلا تھیں اور جن کی وجہ سے ان کا زوال ہوا تھا۔ ان قدروں اور خوبیوں کو اپنانا چاہیے جن کی وجہ سے قوموں کو عروج و استحکام حاصل ہوتا ہے۔ یہ صاحبِ بصیرت عالم اور مجتہد کا کام ہے کہ وہ صحیح اسباب و علل کا کھوج لگائے، ان کا تجزیہ کرے اور نتائج حاصل کرنے کے لیے استدلال و استنباط سے کام لے۔

اجتہاد کے ثبوت میں قرآن حکیم کی تیسری آیت یہ پیش کی جاتی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا [النساء ۴: ۵۹]

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو، اور ان کی بھی جو تم میں سے تمہارے معاملات کے ذمہ دار ہوں۔ پھر اگر کسی معاملے میں تنازع ہو جائے تو اس معاملے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ بہت اچھا ہے اور اس (رجوع) کا انجام بہتر ہے۔

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی مسئلے میں ان کے درمیان باہم اختلاف اور تنازع پیدا ہو جائے تو اس معاملے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دیں، یعنی اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کریں، کیوں کہ یہی اصل اور بنیادی مآخذ ہیں۔ اہلِ ایمان میں تنازع اسی مسئلے پر ہو سکتا ہے جس سے متعلق قرآن و سنت میں کوئی صریح حکم موجود نہ ہو۔ اگر ایسی صورت پیش آ جائے تو اہلِ علم کو چاہیے کہ وہ اس کا حل قرآن و سنت کی دی ہوئی اصولی ہدایات میں تلاش کریں۔ اشباہ و نظائر بھی قرآن و سنت میں ملیں گے اور اصول و قواعد بھی۔ ان میں غور و فکر کریں اور قیاس و اجتہاد کے ذریعے درپیش مسئلے کا حل تلاش کریں۔

قرآن کریم اولوالامر کو استدلال و استنباط کے ذریعے صحیح نتائج تک پہنچنے کی بھی ہدایت کرتا ہے:

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ [النساء ۴: ۸۳]

اور جب ان کے پاس امن یا خوف (جنگ) کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو وہ (منافقین) اسے پھیلا دیتے ہیں حالاں کہ اگر وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اولو الامر تک پہنچا دیتے تو ان میں استنباط کرنے والے لوگ حقیقت کو پا لیتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت مبارکہ میں استنباط کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے لغوی معنی ہیں: زمین سے پانی نکالنا اور محنت و تحقیق کے ساتھ کسی چیز کو دریافت کرنا۔ آیت مبارکہ میں متنبہ کیا جا رہا ہے کہ دشمن امن و جنگ سے متعلق افواہیں پھیلا کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس قسم کی خبریں جب دشمن کی طرف سے پھیلائی جائیں تو عام لوگوں کو چاہیے کہ وہ محتاط رہیں ۔ ان افواہوں کی اشاعت میں حصہ نہ لیں، بلکہ ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے حکومتی اداروں کو ان افواہوں سے آگاہ کریں تاکہ ان میں استنباط کرنے اور نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت والے لوگ حقائق کا پتا چلا کر صحیح ردِ عمل کا اظہار کرسکیں۔ دلائل کو سامنے رکھ کر اور حالات و آثار کا جائزہ لے کر شریعت کے کسی مخفی حکم کو ظاہر کرنا، واقعات کو اس کے سارے پس منظر میں پرکھنا اور محرک قوتوں کے مقاصد و عزائم کو سمجھنے کی کوشش کرنا ایک استدلالی انداز ہے جو اجتہاد ہی کا ایک اسلوب ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

اجتہاد کی اہلیت

(قدیم اور معاصر فقہاء کے نقطۂ ہائے نظر)

اجتہاد کے موضوع اور اس کی ضرورت واہمیت پر گزشتہ نصف صدی سے بہت کچھ لکھا جارہا ہے اور اس کی اقسام پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ بالخصوص مقاصد شریعہ کی روشنی میں اجتہاد کے مباحث کو سمجھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اجتہاد کے بارے میں یہ موضوع بھی تفصیل سے زیر بحث آچکا ہے کہ بابِ اجتہاد کھلا ہے یا بند ہے وغیرہ۔ اس بحث کے نتیجے میں آج کے اہل علم اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ باب اجتہاد بند نہیں ہے۔ لہٰذا اہل اجتہاد کا فرض ہے کہ وہ ان پیش آنے والے مسائل میں جن کا حکم نصوص قطعیہ (قرآن وسنت) میں نہ ملتا ہو، اجتہاد کے ذریعے حکم شرعی کو جاننے کی کوشش کریں۔

اس باب میں ہم مجتہد کی علمی صلاحیت اور اہلیت پر بحث کریں گے، اور یہ دیکھیں گے کہ متقدمین فقہاء نے کن شرائط پر زور دیا ہے، اور متاخرین نے ان شرائط میں کیا اضافے کیے ہیں۔ معاصر فقہاء کا نقطہ نظر کیا ہے، اور یہ کہ آج ہم کن شرائط کے حامل افراد کو اجتہاد کا حق دے سکتے ہیں۔ اس موضوع پر بھی گفتگو کی جائے گی کہ امت کے اجتماعی امور میں اجتہاد کا حق کسی ایسے ادارے کو دیا جاسکتا ہے جو اجتہادی رائے کو قانون کے طور پر نافذ کرنے کی استطاعت بھی رکھتا ہو اور اس ادارے کو جمہور امت کا اعتماد بھی حاصل ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الف: قدیم فقہاء کی آراء

امام جصاصؒ کی رائے

متقدمین میں ابوبکر جصاصؒ (م ۳۷۰ھ) نے اس موضوع پر بحث کی ہے۔ انہوں نے مجتہد کے لیے علوم عقلیہ اور علوم نقلیہ دونوں سے آگاہی کو ضروری قرار دیا ہے۔ مجتہد کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ وہ زیر بحث مسئلے میں شریعت کا نقطۂ نگاہ جاننے کی کوشش کرے، لہٰذا شریعت کے بنیادی مصادر سے واقفیت تو اس کے لیے لازمی ہے یعنی کتاب اللہ پر گہری نظر، سنت ثابتہ سے واقفیت، قرآن وسنت کی زبان اور اسالیب بیان سے آگاہی بہرصورت ضروری ہے۔

جصاصؒ کے نزدیک مجتہد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ آثار صحابہ، تابعین و تبع تابعین سے بھی واقف ہو، یا کم ازکم زیر بحث مسئلے کے بارے میں اپنے سے پہلے علماء کی آراء اور ان کے دلائل کا علم رکھتا ہو۔

جس طرح آج کسی موضوع پر تحقیق کرنے والے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ جس موضوع پر کام کرنا چاہتا ہے، اس پر اس سے پہلے اہل علم جو کام کر چکے ہیں، اس کا جائزہ لے اور پھر اس کی روشنی میں اپنی تحقیق کو آگے بڑھائے، بالکل اسی طرح مجتہد کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے سے پہلے مجتہدین کی آراء کا سروے کرے اور پھر اپنی رائے پیش کرے۔

جصاصؒ کی رائے میں علوم شرعیہ کے ساتھ علوم عقلیہ کا جاننا بھی ضروری ہے: **ویکون مع ذالک عالما باحکام العقول ودلالاتها وما یجوز فیها ممالا یجوز** (۱) علوم شرعیہ کے ساتھ مجتہد کو احکام عقلیہ سے بھی واقف ہونا چاہیے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ، عقلی

۱۔ الجصاص، الفصول فی الأصول، (دارالکتاب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰م) ۲: ۳۶۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل کو سمجھتا ہو، وہ جانتا ہو کہ عقلاً کیا چیز صحیح ہے اور کیا چیز غلط ہے۔ مجتہد کے لیے وجوہ استدلال سے آگاہی اور عقلی قیاس کے طریقوں سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

عقلی علوم میں تغیر اور ارتقا ہر دور میں ہوتا رہتا ہے، لہٰذا مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دور کے مروجہ عقلی علوم اور طرز استدلال کو بھی سمجھتا ہو، بقول جصاصؒ: **وهي طريقة متوارثة عن الصحابة والتابعين** (۱)۔ یہ انداز استدلال صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے وراثتاً ہم تک چلا آرہا ہے۔ چنانچہ عباسی دور میں جو فلسفہ اور منطق رائج تھا ہمارے فقہاء نے نہ صرف یہ کہ اس پر مکمل عبور حاصل کیا بلکہ ایک طرف قدیم فلسفے کی خامیوں اور کمزوریوں کی نشان دہی کی تو دوسری طرف ان کے اسلوب استدلال کو اپنی بات ثابت کرنے اور اپنی رائے کو مؤثر انداز میں پیش کرنے کے لیے استعمال کیا۔

امام ماوردیؒ کی رائے

ماوردیؒ (م ۴۵۰ھ) کے نزدیک قرآن وسنت پر عبور نیز عربی زبان اور اس کے اسلوب بیان اور انداز خطاب پر قدرت کے ساتھ ساتھ ذہانت و بصیرت بھی ضروری ہے۔ مجتہد وہی ہوسکتا ہے جو ذوقِ اجتہاد رکھتا ہو، قانونی پیچیدگیوں کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اس کی نظر محض ظاہر عبارت تک محدود نہ ہو بلکہ جو کچھ بین السطور میں مستور ہے وہاں بھی اس کی نظر پہنچتی ہو۔ اگر یہ صلاحیت کسی میں موجود نہ ہو تو اسے اجتہاد نہیں کرنا چاہیے۔ ماوردیؒ کے الفاظ یہ ہیں:

> **الثالث الفطنة والذكاء ليصل به إلى معرفة المسكوت عنه من امارات المنطوق به ، فان قَلّت فيه الفطنة والذكاء لم يصح منه الاجتهاد.**
>
> تیسری شرط یہ ہے کہ وہ بہت ذہین اور زود فہم ہو، تاکہ کلام یا عبارت میں موجود اشارات اور آثار کے ذریعے اس بات تک پہنچ جائے جس کا ذکر

۱۔ الجصاص، الفصول في الأصول ۲: ۳۶۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بظاہر کلام میں موجود نہ ہو۔ چناں چہ اگر اِس میں ذہانت اور زود فہمی کی کمی ہو تو اسے اجتہاد کا اہل قرار نہیں دیا جاسکتا۔(۱)

امام غزالیؒ کا نقطۂ نظر

امام غزالیؒ (م۵۰۵ھ) کے نزدیک شریعت کے مآخذ چار ہیں: کتاب اللہ، سنت رسولؐ، اجماع اور عقل(۲)۔ یہاں امام غزالیؒ نے قیاس کے بجائے عقل کو ماخذ قرار دیا۔ اس لیے کہ عقل کے ذریعے اچھے اور برے کی تمیز کی جاسکتی ہے۔ عقل ہی کے ذریعے پتا چلتا ہے کہ کیا چیز مفید ہے اور کیا چیز ضرر رساں ہے۔ علت کا ادراک اور اس کی بنیاد پر قیاس کرنا بھی عقل ہی کا کام ہے۔ گویا امام غزالیؒ کے نزدیک مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحب عقل وبصیرت ہو اور علوم عقلیہ پر بھی گہری نظر رکھتا ہو۔ امام رازیؒ (م۶۰۶ھ) نے امام غزالیؒ کی اس رائے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مذکورہ چار مدارک شرع (مآخذ ومصادر احکام شرع) کے علاوہ بھی چار علوم ضروری ہیں، جن میں سے دو مقدم ہیں: ان دو میں سے ایک کا تعلق عقلیات سے ہے جس کے ذریعے کسی علم کی حد اور غرض و غایت کا علم ہو سکے، دلیل کو سمجھنے اور اسے پیش کرنے کا سلیقہ آ جائے۔ ان میں سے دوسرا عربی زبان لغت، صرف ونحو وغیرہ کا علم۔

دو علم انہی مذکورہ بالا علوم اربعہ کی تکمیل کے لیے ہیں: ایک کا تعلق کتاب اللہ سے ہے، اور وہ علم الناسخ والمنسوخ ہے، دوسرے علم کا تعلق سنت سے ہے، وہ ہے علم جرح و تعدیل، اور اسماء الرجال، اس طرح یہ کل آٹھ علوم ہیں جن کا جاننا مجتہد کے لیے امام غزالیؒ کے نزدیک ضروری ہے۔(۳)

۱۔ الماوردی، علی بن محمد بن حبیب، أدب القاضي (تحقیق محی ہلال السرحان)[مطبعۃ الارشاد بغداد، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱] ۱: ۴۹۲

۲۔ الغزالی، المستصفیٰ من علم الأصول (منشورات دارالرخاء، قم، ایران ت ن) ۲: ۳۵۰

۳۔ الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، المحصول في علم أصول الفقه، تحقیق: عادل احمد وعلی محمد معوض، [مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء] ۴: ۱۳۷۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقل وذہانت اور مروجہ علوم عقلیہ کو امام غزالیؒ نے اس لیے ضروری قرار دیا تا کہ مجتہد زندگی کے مسائل کو نفس زندگی اور معاشرے سے ہم آہنگ اور مربوط رکھ کر ان کا حل پیش کر سکے۔ اگر وہ ذہین وفطین نہیں ہوگا تو ممکن ہے وہ مسئلے پر غور وفکر تو کر لے، لیکن اسے اپنے معاشرے سے مربوط نہ رکھ سکے تو ایسی صورت میں اس کی رائے علمی لحاظ سے تو شائد مناسب ہو لیکن نا قابل عمل ہوگی یا اس پر عمل درآمد بہت مشکل ہو جائے گا۔

امام غزالیؒ نے مذکورہ شرائط کے ساتھ ایک شرط کا اور اضافہ کیا ہے، اور اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ شرط نفس اجتہاد کے لیے نہیں بلکہ اس لیے ہے تا کہ لوگوں کو اس کے اجتہاد پر اعتماد پیدا ہو جائے۔ وہ شرط ہے عدالت، یعنی مجتہد اپنے کردار وعمل کے اعتبار سے لوگوں میں اچھی شہرت رکھتا ہو اور اخلاقی اعتبار سے مضبوط ہو(۱)۔ خیرالقرون میں تو شاید اس شرط کی ضرورت نہیں تھی، خصوصا اہل علم اور معاشرے کے نمایاں لوگ وہی ہوتے تھے جو صاحب کردار ہوتے تھے۔ امام غزالیؒ نے اپنے دور میں اس شرط کی ضرورت محسوس کی تو اس کا اضافہ کر دیا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مجتہد کی شرائط میں حالات وضرورت کے پیش نظر کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔

آمدیؒ کا نقطۂ نظر

آمدی (م ۶۳۱ھ) نے مجتہد کے لیے دو شرطیں ضروری قرار دی ہیں، لیکن انہوں نے ان شرطوں میں ہی بہت کچھ سمو دیا ہے۔ سب سے پہلی اور بنیادی شرط یہ ہے کہ مجتہد توحید کو اچھی طرح سمجھتا ہو، وجود باری تعالیٰ پر یقین رکھتا ہو، اسے اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم ہو، اللہ تعالیٰ کے حقوق وکمالات سے آگاہ ہو، اس بات کو خوب سمجھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ واجب الوجود ہے، حَی ہے، عالم وقادر ہے، اپنے ارادے کا وہ خود مالک ہے اور متکلم ہے۔ مجتہد کا توحید پر ایمان ویقین اس قدر مضبوط ہو، کہ اسے من جانب اللہ اپنے

۱۔ الغزالی، المستصفی ۲: ۳۵۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکلف ہونے کا یقین ہو جائے، رسول علیہ الصلوۃ والتسلیم پر جو کچھ وحی کے ذریعے نازل ہوا ہے وہ اس کی دل سے تصدیق کرتا ہو۔ آپؐ کی لائی ہوئی شریعت کو مانتا ہو، آپؐ کے ہاتھوں جو کچھ معجزات اور واضح نشانیاں ظاہر ہوئیں ان کی تصدیق کرتا ہو تاکہ جن اقوال و احکام کو وہ رسولؐ کی طرف منسوب کرے پوری تحقیق اور ذمہ داری کے ساتھ کرے۔

اس شرط کا یہ مطلب نہیں کہ وہ علم کلام کا ماہر ہو۔ اس کے لیے بس اتنا علم کافی ہے جو ایمان کے لیے ضروری ہے، یعنی بالجملہ توحید کے دلائل سے واقف ہو، بہت تفصیلی علم کی ضرورت نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ احکام شرعیہ کے مآخذ، اقسام اور اثباتِ احکام کے طریقوں سے واقف ہو، علم دلالات پر اس کی نظر ہو، اختلافات اور مراتب اختلاف کو جانتا ہو، ان شرائط کو سمجھتا ہو جو اختلاف کے باب میں معتبر ہیں، تعارض ادلّہ پر اس کی نظر ہو اور تعارض کی صورت میں ترجیح کے اصولوں کو سمجھتا ہو، احکام کو اخذ کرنے، ضبط تحریر میں لانے اور بیان و وضاحت پر قدرت رکھتا ہو، شریعت کے بارے میں اٹھائے جانے والے اعتراضات کا رد کرسکتا ہو(۱)۔

آمدیؒ کی بیان کردہ شرائط کا تجزیہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ انہوں نے ایمان، تعلق باللہ اور تعلق بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفہرست رکھا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس ایمانی تعلق کی وجہ سے قلب مومن میں علم و آگہی کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی، اور انسان جہالت کی تاریکیوں سے نکل کر علم و ہدایت کے منور راستے پر گامزن ہو جاتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۔ (الحدید ۵۷: ۹)

۱۔ آمدی، علی بن محمد، الإحکام في أصول الأحکام ۴: ۱۶۲۔۱۶۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر واضح آیات نازل فرماتا ہے تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوا ٱتَّقُوا ٱللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِۦ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِۦ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِۦ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(الحدید ۵۷: ۲۸)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوگنا اجر عطا فرمائے گا، اور تمہارے لیے ایسا نور پیدا فرما دے گا کہ تم اس کی روشنی میں چلنے لگو گے، اور تمہاری مغفرت بھی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

آمدیؒ نے ایمان وعقیدہ کی شرط کو سرفہرست رکھا ہے، اس لیے کہ انسان کی دنیوی زندگی میں اصلاح اور اعمال صالحہ کا دارومدار صحیح اور مضبوط عقیدے پر ہے۔ فکری اصلاح کے لیے اسلامی عقیدے سے بہتر کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی، بالخصوص عقیدۂ توحید کہ اس پر ایمان لانے سے انسان کا سارا تصور کائنات بدل جاتا ہے، آفاق و انفس کے بارے میں اس کا زاویہ نگاہ مکمل طور پر تبدیل ہوجاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے نظم تربیت میں دو اصول بہت بنیادی رہے ہیں: ایک اصلاح فکر جس کا دارومدار ایمان کی تعلیم و تربیت پر ہے، اور دوسرے اصلاح رویہ جس کا دارومدار اخلاق حسنہ کی تعلیم و تربیت پر ہے۔ مجتہد کے لیے دونوں ضروری ہیں۔ آمدی نے توحید و رسالت پر غیر متزلزل یقین کو ایمان کی صورت میں بطور شرط ذکر کیا ہے۔ جہاں تک اعلیٰ کردار کا تعلق ہے تو فقہاء نے اسے عدل کی شرط میں سمو دیا ہے۔

آمدی کی رائے میں دوسری شرط یہ ہے:

ان يكون عالماً عارفا بمدارك الأحكام الشرعية واقسامها

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وطرق اثباتها و وجوه دلالاتها على مدلولاتها واختلاف مراتبها والشروط المعتبرة فيها على ما بيناه ، وأن يعرف جهات ترجيحها عند تعارضها، وكيفية استثمار الأحكام منها، قادرا على تحريرها وتقريرها، والانفصال عن الاعتراضات الواردة عليها۔[1]

مجتہد احکام شرعیہ کے موقع ومحل کو خوب سمجھتا ہو، احکام اور ان کی اقسام سے واقف ہو، وہ یہ بھی جانتا ہو کہ احکام کو ثابت کرنے کے طریقے کیا ہیں، اور وہ اپنے مدلول پر کس پہلو سے دلالت کر رہے ہیں، وہ احکام کے مختلف مراتب کو بھی جانتا ہو اور اسے یہ بھی معلوم ہو کہ ہر حکم کے مؤثر ہونے کی شرط کیا ہے جیسا کہ اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ اگر کہیں ادلّہ میں تعارض نظر آئے تو اس میں ترجیح قائم کرنے کی صلاحیت بھی ہو اور ان میں سے احکام کے استنباط کا طریقہ بھی آتا ہو۔ اس میں یہ صلاحیت بھی ہونی چاہیے کہ احکام کو واضح طور پر ضبط تحریر میں لا سکے اور انہیں بیان بھی کر سکے، نیز اگر ان پر اعتراضات وارد ہوں تو اصل احکام اور اعتراضات میں فرق بھی کر سکے۔

آمدیؒ نے کوشش کی ہے کہ تمام ضروری شرائط کو اس مختصر عبارت میں سمو دیں۔ انہوں نے مدارک کی اصطلاح غالباً امام غزالیؒ سے لی ہے۔ اس سے مراد احکام شریعہ کے چاروں مآخذ یعنی قرآن ، سنت، اجماع اور قیاس ہیں۔ امام غزالیؒ نے تو چوتھا ماخذ عقل کو قرار دیا ہے۔ گویا ان کے نزدیک چوتھا ماخذ محض قیاس تک محدود نہیں بلکہ عقلی استدلال کے دیگر مناہج بھی اس میں داخل ہیں۔ آمدیؒ بظاہر **مدارک الأحکام** میں قیاس ہی کو شامل کرتے ہیں۔ قیاس پر انہوں نے تفصیل سے بحث کی ہے، احکام شرعیہ کی اقسام کی

۱۔ حوالہ بالا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف آمدیؒ ہی توجہ دلاتے ہیں ورنہ شرائط مجتہد کے تذکرے میں دیگر فقہاء نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ آمدیؒ اس بات کو اہمیت دیتے ہیں کہ مجتہد کو اچھی طرح علم ہونا چاہیے کہ وہ جس حکم کو ثابت کر رہا ہے وہ واجب کا درجہ رکھتا ہے یا مندوب و مستحب کا، یا یہ کہ نصوص سے کسی چیز کا محض مباح ہونا ثابت ہو رہا ہے، اور اگر حرمت ثابت ہو رہی ہے تو کس درجے کی ہو رہی ہے، کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی، وغیرہ۔

یہ وہ شرائط ہیں جنہیں عام طور پر ہمارے متقدمین فقہاء مجتہد کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ فقہاء متاخرین، خاص طور پر ہمارے معاصر فقہاء بھی ان شرائط کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ البتہ ان شرائط میں انہوں نے کچھ تبدیلیاں کی ہیں: مثلاً وہ امام غزالیؒ کی اس شرط کو ضروری نہیں سمجھتے کہ مجتہد فلسفہ اور منطق کا عالم بھی ہو۔

غزالیؒ و رازیؒ کی آراء کا تجزیہ

اگر امام غزالیؒ اور امام رازیؒ کی رائے کا یہ مفہوم لیا جائے کہ مجتہد کے لیے منطق کا علم اس لیے ضروری ہے تاکہ وہ استدلال و استنباط میں غلطی نہ کرے، بلکہ عقلی استدلال کو پوری قوت کے ساتھ پیش کر سکے تو پھر قدیم فلسفہ و منطق پر اصرار کی ضرورت نہیں، بلکہ مجتہد کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ وہ اپنے دور میں رائج فلسفہ اور طرز استدلال سے واقف ہو، تاکہ اپنی رائے کو اس انداز سے پیش کر سکے کہ اس دور کے لوگ اس کی رائے کو سمجھ سکیں، اور اگر زیر بحث مسئلے کا تعلق بین الممالک تعلقات سے ہے تو اسے اپنے دور کے بین الممالک امور، عالمی معاہدات اور بین الاقوامی اصولوں سے بھی واقف ہونا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آج کے دور میں مختلف علوم و فنون میں مہارت رکھنے والے اپنے اپنے شعبۂ زندگی کے امور و معاملات پر غور و فکر کر کے کوئی رائے پیش کرنے کے اہل ہوں گے۔ بعض امور ایسے ہوں گے جن کا تعلق معاشی معاملات سے ہوگا، ان میں ان فقہاء کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے زیادہ معتبر ہوگی جو معاشیات کے مسائل کو سمجھتے ہوں، اسی طرح وہ امور جن کا تعلق نظم مملکت وسیاست سے ہوگا، ان میں وہ فقہاء بہتر رائے دے سکتے ہیں جو ریاستی امور کو سمجھتے ہوں اور سیاسی معاملات کی سوجھ بوجھ بھی رکھتے ہوں۔ زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں اسی طریق کار کو اختیار کیا جائے گا۔

شاطبیؒ کی رائے

شاطبیؒ (م ۷۹۰ھ) نے مجتہد کے لیے دو شرطیں ضروری قرار دی ہیں: ایک مقاصد شریعہ کا ادراک اور دوسری شرط یہ ہے کہ اسے مقاصد کے فہم کی بنیاد پر استدلال واستنباط کی صلاحیت وقدرت حاصل ہو۔ شاطبیؒ کے الفاظ یہ ہیں:

انما تحصل درجة الاجتهاد لمن اتصف بوصفين احدهما مقاصد الشريعة على كما لها ، والثانى التمكن من الاستنباط بناءً على فهمه فيها.

اجتہاد کا درجہ اسی فرد کو حاصل ہوسکتا ہے جس میں یہ دو وصف موجود ہوں: ایک مقاصد شریعت کا علم بدرجہ کمال حاصل ہو اور دوسرے دین وشریعت کے فہم کی بنیاد پر استدلال واستنباط کی قدرت موجود ہو۔(۱)

ب: معاصر فقہاء کی آراء

وہبہ زُحیلی کی رائے

معاصر فقہاء میں وہبہ زُحیلی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ مجتہد کی شرائط پر انہوں نے اپنی کتاب أصول الفقه الإسلامي میں مبسوط بحث کی ہے۔ زحیلی نے مجتہد کے لیے آٹھ شرائط بیان کی ہیں:

۱۔ الشاطبیؒ، ابو اسحاق، الموافقات في أصول الشريعة، دارالكتب العلميه بيروت، ت ن، ۴: ۷۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی شرط یہ ہے کہ مجتہد قرآن حکیم میں مذکور آیاتِ احکام کو سمجھتا ہو، ان کے لغوی اور شرعی مفہوم پر اس کی نظر ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ مجتہد تمام آیاتِ احکام کا حافظ ہو، یا مکمل قرآن کریم اسے حفظ ہو، بس اس قدر کافی ہے کہ اسے علم ہو کہ آیاتِ احکام کون کون سی ہیں اور ان کا تعلق کن سورتوں سے ہے تاکہ بوقت ضرورت وہ ان آیات کی طرف رجوع کر سکے۔

وہبہ زُحیلی، امام شوکانیؒ کی اس رائے سے متفق نظر آتے ہیں کہ مجتہد کا علم صرف آیات احکام تک محدود نہیں ہونا چاہیے جن کی تعداد امام غزالیؒ، امام رازیؒ اور ابن العربیؒ نے پانچ سو بتائی ہے۔ مجتہد کے لیے اہم بات یہ ہے کہ اسے قرآن حکیم کا صحیح فہم حاصل ہو، اور وہ آیات میں غور وفکر کے ساتھ مسائل واحکام کے استنباط کی صلاحیت بھی رکھتا ہو تاکہ قصص و امثال پر مشتمل آیات سے بھی احکام کا استنباط کر سکے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ احادیثِ احکام پر بھی گہری نظر رکھتا ہو۔ نہ صرف یہ کہ لغوی اعتبار سے ان کا مفہوم سمجھتا ہو بلکہ حدیث کی عبارت میں جو شریعت کے احکام بیان کیے گئے انہیں بھی اچھی طرح سمجھتا ہو۔ حدیث کے معاملے میں بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ مجتہد تمام احادیثِ احکام کا حافظ ہو، بس اس کی یہ قدرت وصلاحیت کافی ہے کہ وہ بوقت ضرورت ان احادیث کی طرف رجوع کر سکے۔ ابن العربیؒ نے احادیثِ احکام کی تعداد تین ہزار بتائی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی رائے ہے کہ وہ احادیث جن میں رہنما اصول پائے جاتے ہیں اور جن پر علوم سنت کا دارومدار ہے تقریباً بارہ سو ہیں۔ وہبہ زُحیلی کی رائے یہ ہے کہ یہ تحدید مناسب نہیں، احادیثِ احکام بہت زیادہ ہیں جو ذخیرہ احادیث میں منتشر اور پھیلی ہوئی ہیں۔ امام شوکانیؒ کی رائے یہ ہے کہ مجتہد احادیث کے معروف و متداول مجموعوں سے واقف ہو۔ اہل فن نے علم حدیث پر جو کتابیں مدون و مرتب کی ہیں ان پر اس کی نظر ہونی چاہیے، مثلاً صحاح ستہ اور ان کی ملحق کتابیں جیسے سنن بیہقی، دار قطنی، سنن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارمی وغیرہ۔ اسی طرح وہ کتابیں جن کے مصنفین نے صحت روایت کو ملحوظ رکھا ہے، مثلاً صحیح ابن خزیمۃ، صحیح ابن حبّان، صحیح حاکم نیشاپوری وغیرہ۔ احادیث کے ان متداول مجموعوں سے واقف ہونا اس لیے ضروری ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حدیث کے موجود ہوتے ہوئے بھی مجتہد قیاس و رائے سے کام لے۔ حدیث کے سلسلے میں متن حدیث کے ساتھ اس کی سند سے واقف ہونا بھی ضروری ہے تاکہ اسے حدیث کے درجے کا بھی علم ہو۔

قرآن وسنت میں ناسخ ومنسوخ کے علم کو تیسری شرط کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ مجتہد جس آیت یا حدیث سے استدلال کررہا ہے، اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا حکم باقی ہے، اور یہ کہ کسی دوسری آیت یا روایت نے اسے منسوخ نہیں کیا ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ ان مسائل سے واقف ہو جن پر اجماع ہو چکا ہے، نیز مواقع اجماع سے بھی آگاہ ہو، تاکہ اجماع کے خلاف کسی رائے کا اظہار نہ کرے۔ مجتہد کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اسے وہ تمام مسائل مستحضر ہوں جن پر اجماع ہو چکا ہے، بلکہ جس مسئلے کے بارے میں وہ اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہے یا جس کے بارے میں فتویٰ دینا چاہتا ہے، اس کے بارے میں اسے یہ علم ضرور ہونا چاہیے کہ اس کی رائے یا فتویٰ اجماع کے خلاف نہیں ہے۔ اجماع کے باب میں ابن حزمؒ کی کتاب مراتب الإجماع پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ مجتہد قیاس کے منہج، طریقوں اور شرائط سے واقف ہو، وہ احکام کی علتوں کا ادراک رکھتا ہو، اور نصوص سے استنباط کے مناہج کو جانتا ہو۔ لوگوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو بھی سمجھتا ہو۔ شریعت کے اصول اور قواعد کلیہ پر اس کی نظر ہو، اس لیے کہ قیاس اجتہاد کا ایک اصول اور منہج ہے، اس کی بنیاد پر بہت سے تفصیلی احکام مرتب ہوتے ہیں۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ مجتہد عربی زبان اور اس سے متعلقہ علوم کو سمجھتا ہو، مثلاً لغت،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف ونحو، علم بیان ومعانی وغیرہ۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ قرآن حکیم اور سنت طیبہ دونوں کی زبان فصیح وبلیغ عربی زبان ہے۔ لہٰذا قرآن وسنت سے استنباط احکام کے لیے ضروری ہے کہ مجتہد کلام عرب کے مفردات اور مرکبات ، اور مختلف تراکیب کلام کی خصوصیات کو سمجھتا ہو۔ عام، خاص، مطلق، مقید، حقیقت ومجاز کی باریکیوں پر اس کی نظر ہو، عبارت میں پائی جانے والی دلالتوں کو سمجھتا ہو۔ یہاں بھی یہ ضروری نہیں کہ یہ تمام علوم اسے مستحضر ہوں۔ یہ کافی ہے کہ ان علوم کو سمجھتا ہو اور ان علوم سے متعلق کتابوں کی طرف رجوع پر قدرت رکھتا ہو۔ اس سلسلے میں امام راغب اصفہانی کی کتاب **مفردات القرآن** اور ابن الاثیر کی کتاب **النہایة في غریب الحدیث والأثر** اہم کتب ہیں۔

ساتویں شرط علم اصول فقہ سے آگہی ہے۔ یہی وہ علم ہے جس پر اجتہاد کا دارومدار ہے۔ اصول فقہ میں تفصیلی دلائل پر بحث ہوتی ہے، اور دلائل ایک معین کیفیت کے حوالے سے حکم پر دلالت کرتے ہیں، لہٰذا اس کیفیت کو جاننا ضروری ہے۔ مثلاً یہ جاننا کہ یہ کیفیت امر کی ہے ، یا نہی کی، اس میں عموم کی کیفیت پائی جاتی ہے یا خصوص کی وغیرہ۔ استنباطِ احکام کے وقت ان کیفیتوں کو سمجھنا اور ہر کیفیت کے حکم کو جاننا ضروری ہے۔ یہ سب کچھ جاننے کے لیے لازمی ہے کہ اسے علم اصول فقہ پر دسترس حاصل ہو۔

آٹھویں شرط مقاصد شریعت کا ادراک ہے۔ مجتہد جب بھی اجتہاد کرے اسے چاہیے کہ وہ مقاصد شریعت کو استنباط احکام کے وقت ضرور ملحوظ رکھے۔ اس لیے کہ نصوص کا فہم اور مسائل و واقعات پر ان کی تطبیق کا دارومدار مقاصد شریعت پر موقوف ہے۔

قانون سازی اور استنباط احکام کے لیے اسرار شریعت ، اس کی حکمت اور عمومی مقاصد کا فہم و ادراک بہت ضروری ہے۔ اس لیے کہ بسا اوقات نصوص کے الفاظ ایک سے زیادہ معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ کبھی الفاظ میں ایک سے زیادہ مفہوم کا احتمال ہوتا ہے۔ ان متعدد احتمالات میں اس احتمال کو ترجیح دی جاتی ہے جو مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہو۔ تعارض

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادلّہ کی صورت میں بھی اس دلیل کو ترجیح دی جاتی ہے، جو مقاصد شریعت سے قریب تر ہو۔(۱)

یوسف القرضاوی اور عبدالمجید السوسوہ کی رائے

بعض معاصر فقہاء نے زمانے کے حالات اور لوگوں کے مزاج و تہذیب سے واقفیت کی طرف خاص طور پر توجہ دی ہے۔ مثلاً یوسف القرضاوی نے مجتہد کی اہلیت و صلاحیت پر بحث کرتے ہوئے یہ عنوان قائم کیا ہے: **معرفة الناس والحياة** یعنی اپنے زمانے کے لوگوں سے واقف ہو، ان کی عادات واطوار، رسوم و رواج اور اپنے زمانے کے اجتماعی حالات اور زندگی کے مسائل کو سمجھتا ہو۔ یوسف القرضاوی نے اس شرط کو مجتہد کی شرائط میں ساتویں نمبر پر بیان کیا ہے(۲)۔

ایک اور معاصر فقیہ عبدالمجید محمد السّوسوہ بھی مجتہد کے لیے اس شرط کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔ **معرفة احوال عصره** یعنی معاصر زمانے کے حالات اور لوگوں کے مزاج، عرف وعادات اور رسوم و رواج سے واقفیت ضروری ہے۔

قرضاوی اور السوسوہ کے نقطۂ نظر کا تجزیہ

حالات اور زمانے پر نظر کا تصور ان دونوں فقہاء نے ابن قیمؒ سے اخذ کیا ہے۔ ابن قیمؒ نے اس شرط کو مفتیوں اور حکمرانوں کے لیے **أعلام الموقعين** میں بیان کیا ہے۔ اس لیے کہ حکم یا فتوے کا زمان و مکان، لوگوں کے احوال وعادات اور تہذیب وتمدن سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ لہٰذا زمان ومکان اور احوال وعادات کے بدل جانے سے حکم یا فتویٰ بھی تبدیل ہوجائے گا۔(۳)

۱۔ وہبہ الزحیلی، أصول الفقه الإسلامي، ۲: ۱۰۴۴ ـ ۱۰۴۹، دارالفکر، دمشق ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶

۲۔ یوسف القرضاوی، الاجتهاد في الشريعة الإسلامية (دارالقلم کویت ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) ص ۶۰

۳۔ عبدالمجید محمد السوسوہ، دراسات في الإجتهاد وفهم النص (دارالبشائر الاسلامیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء) ص ۴۴؛ ابن قیم، اعلام الموقعین (دارالفکر، بیروت، ت ن) ج ۴، ص ۱۹۹، ۲۰۴، ۳۰۴، ابن قیم کے الفاظ یہ ہیں: فان الفتوى تتغير بتغير الزمان والمكان، والعوائد والاحوال۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجتہد کو اگر اپنے دور کے حالات وافکار سے واقفیت نہ ہو تو اس کے لیے زیرِ غور مسئلے کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ مجتهَد فیه (وہ مسئلہ جو معاشرے میں پیدا ہوا ہے) اجتہاد کا ایک رکن ہے، اور اس کا زمان و مکان، معاشرے اور حالات سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ لہٰذا مجتہد کو زیرِ بحث مسئلے کا تمام پس منظر جاننا چاہیے۔ اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس مسئلے کے پس پردہ کیا اسباب کار فرما رہے ہیں اور مسئلہ کن عوامل اور وجوہات کی بنا پر وجود میں آیا ہے۔ دراصل مجتہد کی حیثیت ایک نباض طبیب کی سی ہوتی ہے۔ جس طرح ایک ماہر طبیب مرض کی تشخیص کرنے کے بعد علاج تجویز کرتا ہے، اسی طرح مجتہد افراد اور معاشرے کے حقیقی مسائل کو سمجھ کر ان کا حل پیش کرتا ہے۔ اور جس طرح ایک دیانت دار طبیب علاج کرتے ہوئے اپنی خواہشات کو حائل ہونے نہیں دیتا، بلکہ فن طب کے اصولوں سے رہنمائی حاصل کر کے علاج کرتا ہے، اسی طرح ایک مجتہد بھی دیانت داری کے ساتھ شریعت ہی کا نقطہ نگاہ بیان کرتا ہے۔ وہ شریعت کے دیے ہوئے اصولوں کی روشنی میں مسائل کا حل دلائل کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ جس طرح وہ طبیب کامیاب نہیں ہوسکتا جو فن طب میں تو مہارت رکھتا ہو لیکن مریض کی شخصیت، مزاج، نفسیات اور اس کے خاندان کے حالات سے واقف نہ ہو، اسی طرح اس مجتہد کی رائے بھی قابل عمل نہیں ہوسکتی جو علوم وحی کو تو خوب سمجھتا ہو لیکن اپنے زمانے کے معاشرتی حالات، تہذیب وتمدن اور عرف وروایات سے واقف نہ ہو۔

دورِ جدید میں مجتہد کی شرائط

مذکورہ بالا شرائط وہ ہیں جنھیں عام طور پر متقدمین فقہاء اجتہاد کے باب میں زیرِ بحث لاتے ہیں۔ اصول فقہ میں مجتہد کی شرائط پر بحث کرتے ہوئے بہت سے اہل علم نے اپنے اپنے ادوار اور زمانوں کی رعایت کرتے ہوئے ان میں کچھ کمی بیشی بھی کی ہے جس کی کچھ مثالیں معاصر فقہاء کی آراء کے ضمن میں پیش کی گئی ہیں۔

آج یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ ہمارے اس دور میں مجتہد کے لیے کون سی شرائط

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری قرار دی جاسکتی ہیں؟ کیا ان تمام شرائط کو ضروری قرار دیا جائے جنہیں ہم نے اوپر ذکر کیا ہے یا آج کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان میں کمی بیشی یا حذف و اضافہ کیا جاسکتا ہے؟۔ اس سلسلے میں راقم الحروف کے نزدیک عمل اجتہاد کے لیے درجِ ذیل شرائط کا پایا جانا ناگزیر ہے:

پہلی شرط: قرآن وسنت کے علوم

جہاں تک قرآن وسنت کے علوم کا تعلق ہے ان کا فہم وادراک تو ہرصورت ضروری ہے۔ اس کے بغیر اجتہاد کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔قرآن وسنت کے علوم سے آگاہی کی شرط خود قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ، ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا (النساء ۴ : ۵۹)

اگر کسی بات میں اختلاف رائے واقع ہوتو اس کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے اور انجام کار بھی یہی اچھا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں فی شیء نکرہ استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معاملہ جس قسم اور جس نوعیت کا بھی ہو، اس کا تعلق دینی امور سے ہو یا دنیوی امور سے، سب سے پہلے کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ یہی بات متعدد احادیث سے بھی ثابت ہوتی ہے، لہٰذا مجتہد کے لیے قرآن وسنت کا علم ہر صورت لازمی ہے۔

دوسری شرط: عربی زبان پر عبور

قرآن وسنت کی زبان چونکہ عربی ہے، لہٰذا اس پر عبور حاصل ہونا ایک منطقی تقاضا ہے۔ مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی کے اشتقاقات، تراکیب، لغوی استعمالات اور بلاغی ذوق سے پوری طرح واقف ہو، تاکہ قرآن وسنت کی نصوص کے مطالب و مفاہیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے سیاق وسباق کی روشنی میں اس پر واضح ہوسکیں۔

البتہ مجتہد کے لیے احادیث کا تمام ذخیرہ مستحضر ہونا ضروری نہیں۔ بس اتنا کافی ہے کہ وہ قرآن وسنت کا گہرا فہم اور متعلقہ آیات واحادیث کو تلاش کر کے ان پر غور وفکر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ روایات کو جرح و تعدیل کے اصولوں پر پرکھ کر ان کا درجہ متعین کرسکتا ہو۔ پھر متعلقہ نصوص کی روشنی میں زیر غور مسئلے کا حل تلاش کر کے اسے امت اور اہل علم کے سامنے پیش کر سکے۔ جدید وسائل علم، سی ڈیز اور انٹرنیٹ وغیرہ نے قدیم کتب اور جدید تحقیقات تک رسائی میں بہت آسانی پیدا کر دی ہے۔ اس دور میں ان وسائل سے بھی استفادہ کر لینا چاہیے۔

تیسری شرط: اجتہادی ذوق

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے طبائع اور ذوق مختلف بنائے ہیں۔ ہر اچھا عالم کامیاب مجتہد نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے علمی شرائط کے ساتھ ساتھ خداداد صلاحیت اور طبعی میلان کا ہونا بھی ضروری ہے۔

چوتھی شرط: حالات حاضرہ سے واقفیت

موجودہ دور کے مجتہد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے دور کے حالات و مسائل پر بھی نظر رکھتا ہو۔ نہ صرف یہ کہ وہ اپنے خطے کے سماجی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی حالات سے واقف ہو بلکہ بین الاقوامی امور اور اقوام عالم کے فکری، اجتماعی اور سیاسی رجحانات کو بھی سمجھتا ہو، اور شریعت کے اصولوں کو اپنے دور کے حقیقی مسائل پر منطبق کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ آج کے دور میں بہت سے معاشی، سیاسی، انتظامی اور طبی مسائل ایسے ہیں جن کو فقہی و قانونی نقطۂ نگاہ سے اجاگر کرنے اور ان امور کے بارے میں شریعت کا نقطۂ نگاہ ادلہ شرعیہ کی روشنی میں واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بھی مجتہد کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں شرط: سلوک اور کردار

مجتہد کے لیے ایک اہم ترین شرط جسے آج کے دور میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، نہ ہی اس کی اہمیت کو کم کیا جاسکتا ہے، وہ مجتہد کا اعلیٰ کردار اور اس کی عملی زندگی ہے۔ جمہور امت نے اجتہاد اور فتویٰ دونوں کے سلسلے میں ہمیشہ انہی اہل علم کی رائے پر اعتماد کیا ہے جن کی عملی زندگی میں تقویٰ اور مکارم اخلاق نمایاں ہوں۔ متقدمین کے ہاں عدل کی شرط کا مطلب بھی یہی ہے کہ مجتہد صاحبِ کردار اور باعمل انسان ہو۔

اجتماعی اجتہاد

موجودہ دور کے حالات اور ضروریات کے پیش نظر یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ہم انفرادی اجتہاد کے مقابلے میں اجتماعی یا مشاورتی اجتہاد کو رواج دیں۔ خلفائے راشدین کے عہد میں اجتہاد کا یہ اسلوب بہت مؤثر رہا ہے۔(۱)

آج ملکی حالات اور بین الاقوامی ضرورت کے پیش نظر، نیز ملک وملت میں یکجہتی اور اتحاد پیدا کرنے کے لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ملت کے اجتماعی امور میں اجتہاد کا کام کسی ایسے بااختیار ادارے کو سونپ دیا جائے جو نہ صرف یہ کہ قانون سازی کا اختیار رکھتا ہو بلکہ تطبیق و تنفیذ کے اختیارات بھی رکھتا ہو۔ اس ادارے کے اراکین صرف وہ لوگ ہوں جو اجتہاد کی مندرجہ بالا شرائط پر پورا اترتے ہوں، البتہ ان کی مدد کے لیے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں تخصص اور مناسب تجربے کے حامل ماہرین کی خدمات بھی حاصل کی جائیں، تاکہ جدید مسائل میں وہ سب مل کر مشاورتی اجتہاد کے ذریعے مناسب نتائج تک پہنچ سکیں۔

۱۔ دیکھیے اجتہاد کا مشاورتی اسلوب ''مناہج واسالیب اجتہاد'' میں صفحہ ۷۵۔ ۸۲ئی: اجتہاد اور بعض اسالیب اجتہاد پر ایک نظر، فکرونظر ج ۳۱، شمارہ، ۱۹۹۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ اقبال کا تصور پارلیمنٹ اور اجتہاد

علامہ اقبالؒ نے تقریباً ستر سال قبل اسمبلی کے ذریعے اجتماعی اجتہاد کا تصور پیش کیا تھا۔ غالباً علامہ مرحوم نے اجتماعی اجتہاد کا تصور عہد خلفائے راشدین سے لیا تھا۔ اس لیے کہ خلافت راشدہ کے دور میں امت کے تمام اجتماعی امور باہمی مشوروں سے طے کیے جاتے تھے۔ مشاورت میں شریک اکثر صحابہ کرامؓ اجتہاد کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اجتماعی اجتہاد کا تصور پیش کرتے ہوئے علامہؒ کے ذہن میں یقیناً ایک ایسی اسمبلی کا تصور تھا جس کے ارکان علم و عمل کے لحاظ سے اس درجے کے ہوں کہ وہ یہ اہم فریضہ انجام دے سکیں۔ اسمبلی کے تمام ارکان کا عالم و فاضل ہونا تو شاید ممکن نہ ہو، لیکن کچھ ایسے جید علماء کی مؤثر موجودگی بھی کافی ہوسکتی ہے جو دین و شریعت کے نقطہ نگاہ کی وضاحت کرسکیں اور اسمبلی کے ارکان کی دینی امور میں رہنمائی کرسکیں۔ اقبالؒ یہ بھی تجویز کرتے ہیں کہ اگر ضروری ہو تو اسمبلی کی معاونت کے لیے علماء کی مجلس یا کونسل بھی بنائی جاسکتی ہے جو مسائل کا شرعی نقطہ نگاہ سے جائزہ لے کر اپنی رائے سے اسمبلی کو آگاہ کرسکے اور اسمبلی ان کی پیش کردہ تجاویز کی روشنی میں فیصلے کرے۔(۱)

علامہؒ کی رائے پر عمل کی صورت

ہمارے خیال میں علامہ اقبالؒ کی رائے کو عملی شکل دینے کے لیے کچھ بنیادی فیصلے کرنا ضروری ہیں تاکہ اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوسکیں۔ اس لیے کہ اس تجویز پر اس وقت تک عمل ممکن نہیں، جب تک عامۃ الناس کو اراکین اسمبلی کی صلاحیتوں پر اعتماد نہ ہو اور دینی و شرعی امور کے بارے میں اہل علم اور عوام ان پر بھروسا نہ کرنے لگیں۔ علامہؒ

---

1. Allamah M.Iqbal.The Reconstruction of Religious Thought inIslam. ed.by M. Saeed Shaikh (Institute of Islamic Culture, Lahore, 2003)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقبالؒ نے جب یہ تجویز پیش کی تھی تو اس وقت کے اہل علم نے ان کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ پاکستان بننے اور اسمبلی کے وجود میں آنے کے بعد اسمبلی کے اعلیٰ مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ارکان اسمبلی کی صلاحیتوں اور ان کے تربیتی نظام کی طرف پوری طرح توجہ نہیں دی گئی۔ پاکستان کے آئین کی دفعہ ۶۲ اور ۶۳ صرف ان پاکستانی باشندوں کو اسمبلی کی رکنیت کے لیے اہل قرار دیتی ہیں جو اعلیٰ کردار واخلاق کے مالک ہوں، اسلام کی حقانیت پر غیر متزلزل یقین رکھتے ہوں، کبائر سے اجتناب کرتے ہوں، معروف پر عمل پیرا ہوں اور منکرات سے بچتے ہوں وغیرہ (۱)۔ اگر الیکشن کمیشن اور اعلیٰ عدالتیں ان دفعات کے الفاظ اور روح پر عمل درآمد کی ذمہ داری نبھائیں تو اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ بتدریج صورت حال بہتر ہو جائے گی، اور شاید اس احساس کے تحت کہ ارکان اسمبلی شریعت کے اصولوں کے مطابق احکام و قانون سازی کا فریضہ انجام دیں گے، عوام ان کو منتخب کرتے ہوئے اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ جنہیں وہ منتخب کر رہے ہیں وہ علم وعمل کے اعتبار سے بھی اس اہم منصب کے اہل ہوں۔

ہماری رائے میں اراکین اسمبلی کے لیے ماہرین فقہ وقانون کی زیرنگرانی تربیتی کورسز کا اہتمام بھی کیا جانا چاہیے۔ ان تربیتی کورسز میں شریعت کے بنیادی مصادر، مقاصدِ شریعہ، استدلال و استنباط کے مناہج، تعارض ادلّہ کی صورت میں ترجیح کے اصول وغیرہ پر بحث ہونا چاہیے۔ شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی گزشتہ دو دہائیوں سے ججوں اور قانون دانوں کے لیے مختصر تربیتی پروگرام کا اہتمام کر رہی ہے، یہ فریضہ بھی اس کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں اعلیٰ عدالتوں کے بعض ایسے ریٹائرڈ ججوں کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں جو دین کا اچھا فہم رکھتے ہوں اور جو استدلال و استنباط کی صلاحیت کے مالک بھی ہوں۔

۱۔ دیکھیے: آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان دفعہ ۶۲، ۶۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تک اسمبلی کو وہ مقام حاصل نہ ہو کہ اس کی رائے اور اجتہاد پر لوگ بھروسا کرنے لگیں اور یہ کہ شرعی امور میں اس کی رائے پر جمہور امت کو اعتماد حاصل نہ ہو جائے، اس وقت تک اسلامی نظریاتی کونسل اسمبلی کی معاونت کر سکتی ہے، البتہ کونسل کے ممبران کا تقرر سیاسی بنیادوں کے بجائے علمی صلاحیت کی بنیاد پر ہونا چاہیے تاکہ ان کی شخصیت متنازع بننے کے بجائے قابل احترام رہے اور عامۃ الناس ان حضرات کی رائے پر اعتماد کر سکیں۔

ہمارے ملک کی اعلیٰ عدالتیں بھی اجتہادی عمل میں مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔ علماء اور ماہرین فقہ و قانون کی مشاورت سے پیش آمدہ مسائل کا عدالتیں جائزہ لے کر اپنی ماہرانہ رائے کا اظہار کر سکتی ہیں۔ ان کی رائے کو عوام میں وقعت حاصل ہوگی، اور عدلیہ کے ذریعے اجتہادی عمل بھی آگے بڑھے گا۔ اس سلسلے میں فیڈرل شریعت کورٹ کے بعض فیصلوں کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔(۱)

دور جدید کی سائنسی ترقی سے بھی اہل علم کو فائدہ اٹھانا چاہیے، اسلامی نظریاتی کونسل اور اعلیٰ عدالتوں کے علمی و تحقیقی مراکز کو پاکستان بلکہ دنیا بھر کے علمی مراکز، جامعات، دارالعلوم اور دارالافتاء وغیرہ سے بذریعہ انٹرنیٹ اور ای میل رابطہ رکھنا چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل علم کی رائے سے فائدہ اٹھایا جا سکے، اس طرح وجود میں آنے والا آج کا اجتہاد زیادہ قوی اور مضبوط ثابت ہوگا۔ اس طریق کار کو اپنانے سے بعض امور پر اجماع کا انعقاد بھی ممکن ہوگا جو مستقبل میں امت کی وحدت کو تقویت پہنچانے میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔

۱۔ مثلاً قصاص و دیت سے متعلق عدالت کے فیصلے کی تفصیل دیکھیے: پی، ایل، ڈی۔ ۱۹۸۹، ایف، ایس، سی۔ ۳۶۔ جرائم حدود میں نصاب شہادت اور عورتوں کی گواہی سے متعلق پی، ایل، ڈی ۱۹۸۹، ایف ایس، سی ۹۵، پی، ایل، ڈی ۱۹۸۱، ایف، ایس، سی، ۱۴۵ وغیرہ۔ نیز دیکھیے: شریعت کورٹ کا فیصلہ ابو داؤد محمد صدیق بنام حکومت پاکستان پی، ایل، ڈی ۱۹۸۲ ایف، ایس، سی ص ۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد کا مشاورتی اسلوب

عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہؓ میں اجتہاد کا عمل انفرادی طور پر بھی ہوتا رہا اور اجتماعی طور پر بھی۔ اہلِ علم اور مجتہد حضرات لوگوں کے ذاتی یا انفرادی امور سے متعلق مسائل میں غور و فکر کرتے اور اجتہاد کے ذریعے کسی نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن امت کے اجتماعی امور میں ہمیشہ باہمی مشورے سے اجتماعی اجتہاد ہوتا تھا۔ وحیِ الٰہی کا منشا بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کے باہمی معاملات مشورے سے طے ہوں: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ [الشوریٰ ۴۲: ۳۸] ان کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔ اسی چیز کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ [آل عمران ۳: ۱۵۹] اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ معاملات میں ان سے مشورہ کیجیے۔

عہدِ رسالت میں مشاورتی اجتہاد

قرآن حکیم کے شورائی حکم پر عمل کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے اجتہاد کے مشاورتی اسلوب کو اپنایا اور اہم ملی مسائل، مثلاً جنگی منصوبہ بندی، انتظامی معاملات، تدبیرِ مملکت اور اجتماعی امور میں خاص طور پر مشاورتی اجتہاد کے ذریعے مسائل کو حل کیا گیا۔ مثلاً غزوہ بدر میں مسلم مجاہدین کے لیے جنگی نقطۂ نگاہ سے مناسب جگہ کا تعین، یا غزوہ احد میں اس بات کا فیصلہ کہ مدینہ منورہ کا دفاع شہر کے اندر رہ کر کیا جائے یا باہر نکل کر کیا جائے، باہمی مشورے سے طے پایا تھا۔ غزوہ احزاب میں مدینہ منورہ کا محاصرہ شدت اختیار کر گیا اور اہلِ مدینہ پر بہت سخت وقت آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب افواج کا زور توڑنے کے لیے ارادہ فرمایا کہ قبیلہ غطفان کے لوگوں کو اس بات پر راضی کر لیا جائے کہ وہ عربوں کی مشترکہ فوجی کارروائی سے الگ ہو جائیں اور اس کے عوض انہیں مدینہ منورہ کی کھجور کی پیداوار سے ایک تہائی حصہ دے دیا جائے۔ اس فارمولے پر مصالحت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ کے نمایاں لیڈروں حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشورہ فرمایا۔ ان حضرات کے حوصلے بلند تھے۔ ان کی رائے میں ایک تہائی پیداوار پر مصالحت کا ابھی وقت نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور غطفان سے مصالحت کا ارادہ ترک فرما دیا۔ صلح کا یہ معاہدہ اگر طے پا جاتا تو اس کے سیاسی و معاشرتی لحاظ سے دور رس نتائج برآمد ہوتے۔ مدینہ منورہ کی ایک بڑی آبادی اس سے متاثر ہوتی، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں اہلِ مدینہ کی قیادت سے مشورے کے بعد فیصلہ فرمایا۔ آپؐ کا یہ فیصلہ مشاورتی اجتہاد کا نتیجہ تھا۔

عہدِ رسالت میں مشاورتی اجتہاد کی ایک اور اہم اور قابلِ غور مثال قبیلہ ہوازن کے جنگی قیدیوں کی رہائی ہے۔ غزوہ حنین (۸ھ) میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی تو بہت سے لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں جنگی قیدی بنے۔ اختتام جنگ پر جب حالات معمول پر آئے تو قبیلہ ہوازن کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے لوگوں کی رہائی کی درخواست پیش کی۔ ان جنگی قیدیوں کا مسئلہ مشکل بھی تھا اور پیچیدہ بھی۔ اگر انہیں مدینہ منورہ میں رکھا جاتا تو اس کے یقیناً کچھ نفسیاتی اور سیاسی اثرات مرتب ہوتے اور اگر انہیں رہا کر دیا جاتا تو اس کے بھی نفسیاتی اور سیاسی اثرات ہوتے۔ لیکن اس دوسری صورت میں پہلی صورت سے بالکل مختلف اثرات مرتب ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی رائے یہ تھی کہ ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور انہیں بغیر کسی معاوضے کے رہا کر دیا جائے۔ آپ نے اپنی رائے کے مطابق از خود فیصلہ نہیں فرما دیا بلکہ نماز ظہر کے بعد یہ مسئلہ عامۃ المسلمین کے سامنے رکھا اور ان کی رائے لی۔ عام طور پر صحابہ کرامؓ اسی رائے کے حامی تھے جو رائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ مگر بعض افراد جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ابھی اسلام کی اصل روح سے اچھی طرح واقف نہیں ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، انہیں اس میں تردد ہوا کہ دشمن کے ان قیدیوں کو جنہوں نے نہ صرف یہ کہ جنگ میں مسلمانوں کے خلاف شرکت کی بلکہ انہیں جانی و مالی نقصان بھی پہنچایا تھا، بغیر کسی معاوضے کے رہا کردیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب محسوس فرمایا کہ کچھ لوگ مخمصے کا شکار ہیں اور کسی متفقہ فیصلے پر نہیں پہنچ پا رہے ہیں تو آپؐ نے انہیں فرمایا کہ اپنے نمائندوں کو بھیجیں تاکہ ان سے اس مسئلے پر گفتگو کی جا سکے۔ لوگ اس بات پر تیار ہوگئے اور انہوں نے اپنے قائدین کو مشورے کے لیے آپؐ کی خدمت میں بھیج دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کے قائدین نے اس مسئلے پر غور و فکر کیا اور باہمی مشورے سے اس نتیجے پر پہنچے کہ تمام جنگی قیدیوں کو فوری طور پر بغیر کسی معاوضے کے رہا کر دیا جائے۔ مشاورتی مجلس کے اختتام پر آپؐ نے تقریباً چھ سو قیدیوں کو رہا کر دیا۔(۱)

مشاورتی اجتہاد اور خلفائے راشدین کا انتخاب

دورِ صحابہ میں شورائی اجتہاد کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ سب سے اہم اور مشکل مسئلہ جو مشاورتی اجتہاد کے ذریعے حل کیا گیا وہ خلیفہ کا انتخاب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلیفہ کا انتخاب محض ایک سیاسی یا انتظامی معاملہ نہیں تھا بلکہ ایک بنیادی فقہی مسئلہ بھی تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد صحابہ کرامؓ نے اس موضوع پر انفرادی طور پر بھی غور و فکر کیا اور اجتماعی طور پر بھی۔ سقیفۂ بنو ساعدہ میں اس موضوع پر بحث و گفتگو ہوئی اور مختلف زاویوں سے متعدد پہلوؤں پر غور و فکر کیا گیا۔ اس مشاورتی مجلس کے چند پہلو اہم ہیں: سب سے اہم یہ کہ اس مجلس سے مشاورتی اجتہاد کی ایک دستوری حیثیت قائم ہوئی۔ اس مشاورت میں اجتہاد کے بعض اسالیب بھی سامنے آئے، مثلاً یہ کہ تعیینِ خلیفہ کے فیصلے میں اس دور میں امت مسلمہ کی سیاسی و اجتماعی مصلحتوں کو بھی پیش نظر رکھا گیا۔ اجتہاد کا ایک اسلوب حضرت عمرؓ کے طریق استدلال

۱۔ الجامع الصحیح ۳: ۸۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نظر آتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ ابوبکرؓ وہ فرد ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں امت کا امام مقرر فرما دیا تھا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ ابوبکرؓ سے بوقت رحلت خوش تھے بلکہ ان کی دینی قیادت پر بھی مکمل اعتماد تھا، لہٰذا ہمیں اپنے اجتماعی اور انتظامی امور میں بھی ان کی قیادت پر اعتماد کرنا چاہیے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسے مقرر فرما دیں اسے دوسرے لوگ ہٹا دیں! اس استدلال میں عقل و ذہانت پوری طرح کارفرما نظر آتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے انتظامی اور سیاسی امور میں قیادت کو دینی امور میں قیادت پر قیاس کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی تائید کی۔ اسے سقیفۂ بنو ساعدہ میں موجود تقریباً سب ہی لوگوں نے قبول کیا۔ اس اجتماعی اور مشاورتی اجتہاد ہی نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی راہ ہموار کی۔(۱)

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے آخری دور میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے معاملے میں ہر پہلو سے غور وفکر کیا۔ خاص طور پر اس پہلو سے کہ ان کے بعد امت مسلمہ کی قیادت اور خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے کون سب سے زیادہ موزوں و مناسب ہوگا، اور یہ کہ عامۃ المسلمین کس کی قیادت کو قبول کریں گے۔ حضرت ابوبکرؓ کی رائے میں حضرت عمرؓ سب سے زیادہ مناسب اور باصلاحیت فرد تھے۔ یہ حضرت ابوبکرؓ کا انفرادی اجتہاد تھا۔ دوسرے مرحلے پر حضرت ابوبکرؓ نے اس موضوع پر بعض نمایاں لوگوں سے مشورے کیے۔ سب سے پہلے ان افراد سے مشورہ کیا جو خود بھی خلافت کی صلاحیت رکھتے تھے اور ان کی قائدانہ حیثیت مسلّم تھی، مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عثمانؓ۔ حضرت عثمانؓ نے تو پوری طرح حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی حضرت عمرؓ کی قائدانہ صلاحیتوں کے معترف تھے، البتہ انہوں نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ

۱۔　تاریخ الأمم و الملوک ۳: ۲۰۶-۲۰۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ کے مزاج میں سختی ہے، ایسا نہ ہو کہ ان کی یہ سختی امت کے لیے تنگی کا سبب بنے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جو حضرت عمرؓ کے مزاج اور ان کی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھے، اس سوال کا جواب یہ دیا کہ فی الوقت تو عمرؓ کی سختی ایک توازن پیدا کرتی ہے، اس لیے کہ میرے مزاج میں بہت نرمی ہے، البتہ جب حضرت عمرؓ پر تمام تر ذمہ داری آ جائے گی تو ان میں یہ شدت باقی نہیں رہے گی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اس جواب پر مطمئن ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مشورے کا دائرہ وسیع کر دیا اور حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت اسید بن حضیرؓ اور بعض دیگر حضرات سے بھی رائے لی۔ سب ہی حضرت عمرؓ کی صلاحیتوں اور قابلیت کے معترف تھے۔ البتہ حضرت طلحہؓ نے بھی وہی خدشہ ظاہر کیا جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کر چکے تھے۔ انہیں بھی حضرت ابوبکرؓ نے یہی کہا کہ میری خلافت میں ان کی شدت کی ضرورت ہے تاکہ اعتدال اور توازن قائم رہے، جب ان کے کاندھوں پر بارِ خلافت آئے گا تو پھر ان میں سختی اور شدت باقی نہیں رہے گی۔

حضرت ابوبکرؓ اس مسئلے میں خود اجتہاد کر رہے تھے، اس لیے وہ ہر پہلو پوری دیانت داری اور ذمہ داری کے ساتھ پرکھ رہے تھے۔ انہوں نے ملتِ اسلامیہ کی ضرورت، دین کا قیام اور عالمی تناظر میں امتِ مسلمہ کے کردار کا جائزہ لیا۔ ساتھ ہی حضرت عمرؓ کی طبیعت اور ان کے مزاج کو بھی پرکھا اور ایک نتیجے تک پہنچے۔ اجتہاد ایک دینی اصول ہے، مجتہد اس کی شرائط کو ملحوظ رکھتا ہے، اپنے اس سارے عمل میں پوری دیانت داری اور اخلاص سے کام لیتا ہے اور علم اور دلیل کی بنیاد پر اپنی رائے ظاہر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے لوگوں کو آمادہ کرنے میں مشکلات پیش نہیں آتیں۔

اس مشاورتی مرحلے میں جب حضرت ابوبکرؓ نے قائدینِ امت کو مطمئن پایا تو لوگوں کے نام ایک تحریر لکھ دی جس میں حضرت عمرؓ کو خلافت کے لیے تجویز کیا گیا تھا۔ یہ تحریر شورائی اجتہاد کے نتیجے میں لکھی گئی اور اسے مسجد میں عام لوگوں کے سامنے پڑھ کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنایا گیا۔ مسجد میں موجود تمام افراد نے اس رائے سے اتفاق کیا اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں اپنا دوسرا خلیفہ منتخب کر لیا۔(۱)

حضرت عمرؓ کے انتخاب کے بعد متعدد مراحل نظر آتے ہیں جن میں سے ہر مرحلے میں اجتہاد کی کوئی نہ کوئی صورت پائی جاتی ہے۔ ابتدائی مرحلے میں انفرادی اجتہاد ہوا جس میں حضرت ابوبکرؓ نے امت کے مجموعی مفاد اور قیامِ دین کی مصلحتوں کو پیشِ نظر رکھا۔ آپؓ کے الفاظ یہ ہیں: اللہ کی قسم! میں نے صحیح نتیجے تک پہنچنے کے لیے اجتہاد کیا اور حتی المقدور کوشش کی کہ صحیح نتیجے تک پہنچوں۔(۲)

دوسرے اور تیسرے مرحلے میں شورائی یا اجتماعی اجتہاد عمل میں آیا جس کے نتیجے میں حضرت عمرؓ کی قیادت پر اعتماد کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے آخری ایام میں اختیارِ خلیفہ کے لیے اجتہاد کا عمل شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے بہت غور و فکر کے بعد ایک کمیٹی تشکیل دی تھی جو تاریخ میں شوریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کمیٹی سات افراد پر مشتمل تھی: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اس کے ممبر تھے۔ ساتویں ممبر حضرت عبداللہ بن عمرؓ تھے جو صرف مشورے میں شریک رہنے اور شوریٰ کو منظم کرنے کے ذمہ دار تھے۔ اس مجلس کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اول الذکر چھ ممبران میں سے کسی ایک کو باہمی مشورے سے خلیفہ مقرر کر لے۔ اس شورائی کمیٹی نے مشورے کا دائرہ اپنے تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس میں عام لوگوں کو بھی شامل کر لیا۔ آخر میں صرف دو امیدوار رہ گئے تو ان کے بارے میں مدینہ منورہ میں عام لوگوں سے رائے لی گئی۔ بعض لوگوں کو کمیٹی نے مدینہ سے باہر جانے

۱۔ تاریخ الأمم و الملوک ۳: ۲۰۲

۲۔ أسد الغابة ۴: ۶۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والی شاہ راہوں پر مقرر کردیا تا کہ وہ مدینہ منورہ آنے اوراس سے باہر جانے والے افراد اور قافلوں سے بھی رائے معلوم کریں، حتّٰی کہ خواتین کو بھی مشورے میں شریک کیا گیا۔ اس طرح مشورے کا دائرہ اس انتخاب میں بہت وسیع ہوگیا تھا۔(۱)

چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ کا انتخاب بہت ہنگامی حالات میں عمل میں آیا تھا۔ حضرت عثمانؓ باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوچکے تھے۔ بظاہر کوئی ایسی واحد شخصیت نمایاں نہ تھی جو تمام صورت حال کو کنٹرول اور امت مسلمہ کو متحد رکھ سکتی۔ حضرت علیؓ کی شخصیت البتہ ایسی تھی جس کی طرف لوگوں کی نظریں اٹھتی تھیں۔ وہ یقیناً امت مسلمہ کی رہنمائی فرما سکتے تھے لیکن حضرت علیؓ کے انتخاب کے عمل میں یہ خلا پیدا ہوگیا کہ اس وقت کوئی خلیفہ موجود نہیں تھا جو اپنی اجتہادی رائے پیش کرتا یا اجتماعی اجتہاد کو اس مسئلے کے لیے منظم کرتا۔ اس ہنگامی صورت حال سے نکلنے کے لیے صحابہ کرامؓ کے ایک طبقے نے از خود غور و فکر کیا۔ ان کی رائے میں حضرت علیؓ خلافت کے لیے سب سے زیادہ مناسب فرد تھے۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ حضرت علیؓ نے شروع میں انکار کیا لیکن صحابہ کرامؓ کے مختلف گروہ ان سے ملتے رہے اور انہیں اس ذمہ داری پر آمادہ کرتے رہے۔ اس دوران حضرت علیؓ کو بھی موقع ملا کہ وہ بھی اس معاملے پر غور و فکر کریں اور اپنی رائے و اجتہاد کی روشنی میں کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ جب حضرت علیؓ کو خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے پر آمادہ کرنے والوں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو حضرت علیؓ نے انہیں صاف صاف بتا دیا کہ خلافت کا معاملہ گھر یا کسی خفیہ مقام پر حل نہیں کیا جاسکتا۔ اس مسئلے میں عام لوگوں کی رائے بھی شامل ہونا چاہیے، خاص طور پر اہلِ مدینہ کی رائے اور مشورہ بہت

۱۔ الأحکام السلطانیۃ ص ۲۱۰؛ تاریخ الأمم والملوک ۴: ۲۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے۔ حضرت علیؓ کے مشورے سے ان سب لوگوں کا مسجد میں اجتماع ہوا جہاں باہمی مشورے سے حضرت علیؓ کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس اجتماع میں انصار و مہاجرین کی اچھی خاصی تعداد شریک تھی جنہوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ منتخب کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔(۱)

شورائی اجتہاد کی یہ چند مثالیں ہیں جن کا امت مسلمہ کی اجتماعی اور دستوری زندگی کے اہم پہلوؤں سے گہرا تعلق ہے اور جو مستقبل کے اجتماعی معاملات کے لیے بھی رہنما اصول فراہم کرتی ہیں۔ سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے اہلِ علم و دانش اور اربابِ حل وعقد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ امت کے اجتماعی امور میں پوری دیانت داری اور اخلاص کے ساتھ غور وفکر کرتے رہا کریں، باہم ایک دوسرے سے مشورے کیا کریں اور اپنے غوروفکر اور باہمی مشوروں کے نتائج سے عام لوگوں کو بھی آگاہ کرتے رہا کریں۔ ان دانش وروں کی بلند و مثبت فکر، ان کا تعمیری اور تخلیقی اندازِ گفتگو اور ذہانت و دانائی پر مبنی قوتِ استدلال عام لوگوں ـــــ خاص طور پر نئی نسل کی ـــــ تعلیم و تربیت کا ذریعہ ثابت ہوگا اور لوگوں کے فکری رجحانات کی صحیح جہت میں رہنمائی کا سبب بھی بنے گا۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ اصول نمایاں ہوتا ہے کہ اجتماعی امور میں شورائی اجتہاد کو بنیاد بنانا چاہیے۔خود اجتہاد بہت سی لغزشوں اور خامیوں سے محفوظ کرتا ہے، پھر شورائی اجتہاد لغزشوں کے امکانات کو مزید کم کر دیتا ہے۔

مذکورہ مثالوں سے ایک اور اصولی بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ شوریٰ کا طریقِ کار حالات اور ضروریات کے مطابق تبدیل ہو سکتا ہے جیسا کہ خلفائے راشدین کے انتخاب میں ہمیں نظر آتا ہے۔اجتماعی اجتہاد سب کے انتخاب میں مشترک رہا ہے لیکن اس کا

۱۔ تاریخ الأمم والملوک ۴:۳۵-۴۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقِ کار اور اسلوب احوال و ظروف کے لحاظ سے مختلف رہا ہے۔ شورائی اجتہاد ہی وہ اسلوب ہے جو اجماع کے انعقاد میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ شورائی فیصلوں کے ذریعے مسلم امت کی وحدت مستحکم ہوتی ہے۔ باہمی اجتماعی فیصلوں سے افرادِ ملت میں باہمی محبت اور اجتماعی امور میں باہمی تعاون کا جذبہ بڑھتا اور مضبوط ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر بعض فقہاء نے کہا ہے کہ الشوریٰ من قواعد الشریعة و عزائم الأحکام یعنی شوریٰ کا مسئلہ شریعت کے مستحکم قواعد اور بنیادی احکام سے تعلق رکھتا ہے۔(۱)

مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

۱- الجامع لأحکام القرآن ۴: ۲۴۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

مناہج و اَسالیبِ اجتہاد (الف)

دراصل اجتہاد کی بنیاد تو قرآن وسنت کی نصوص اوران کے سیاق وسباق سے معلوم ہونے والے معانی ہی ہیں، البتہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے ہوئے جو درس دیا اس کی روشنی میں قرآن وسنت کے بعد مجتہد کی رائے کا اعتبار کیا گیا ہے۔ مجتہد کی رائے کی تشکیل میں قرآن وسنت کا علم وفہم اوران کی نصوص کا مقتضا و منشا ہی بنیادی مصدر ہیں۔ اس کے بعد فقہا نے وقتاً فوقتاً مسائل کے استنباط کے دوران سنت نبوی اور آثار صحابہ نیز نئے پیش آمدہ مسائل کے حل میں ان کے اجتہادی مناہج و اسالیب کو سامنے رکھتے ہوئے متعدد اصول متعارف کرائے ہیں۔ اصول فقہ کے مطالعے کے دوران ان اصولوں کو مآخذ اجتہاد کا نام دیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض اہم اصولوں کا تعارف درج ذیل ہے:

اجتہاد میں عرف و رواج کا اعتبار

فقہائے کرام اجتہاد کے عمل میں عرف و رواج کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ یہ قدیم زمانے سے ایک ماخذ کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے۔ ابن نجیم نے شرح المغني کے حوالے سے عرف کی یہ تعریف کی ہے: عادت وہ عمل ہے جو بار بار کرتے رہنے کی وجہ سے طبیعت و مزاج کا حصہ بن جائے اور طبع سلیم رکھنے والوں کے نزدیک قابل قبول ہو۔ (۱)

معاصر فقہاء نے عرف کی وضاحت اس طرح کی ہے: لوگوں کے معاملات میں عرف وہ ہے جس کے لوگ عادی ہو چکے ہوں اور معاملات کا دارومدار اس پر ہو۔ (۲)

۱۔ الأشباه والنظائر ۱:۹۴

۲۔ ابوزہرہ، أصول الفقه ص ۲۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتبارِ عرف کی شرائط

شریعت نے بھی بعض شرائط کے ساتھ اس کا اعتبار کیا ہے اور فقیہ و مجتہد کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اپنے عہد کے عرف و رواج سے پوری طرح واقف ہو، تاکہ وہ ایک طرف فقہی اصول و قواعد کو معاصر حالات پر منطبق کر سکے اور دوسری طرف مروجہ اصطلاحات، کلمات اور الفاظ کی تعبیر و تشریح عرف و رواج کے سیاق و سباق میں کر سکے۔ عرف و عادات کی اہمیت کا اندازہ فقہِ اسلامی کے بعض قواعد کلیہ سے کیا جا سکتا ہے، مثلاً ایک مشہور قاعدہ ہے **العادة محكِّمة** عادت فیصلہ کن ہوتی ہے یا **الحقيقة تترك بدلالة العادة** دلالتِ عرف کی بنا پر اصل معانی ترک کر دیے جاتے ہیں۔

عہدِ رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دورِ خلافت راشدہ میں صحابہ کرامؓ نے عرب کے قدیم رواج کی بہت سی عادات برقرار رکھیں۔ مثلاً عربوں کے ہاں یہ رواج تھا کہ وہ مکئی، جَو، گندم اور دیگر اجناس کا لین دین کیل (حجم کی پیائش کا آلہ) کے ذریعے کیا کرتے تھے اور یہ تمام اجناس کیلی کہلاتی تھیں۔ سونا اور چاندی وغیرہ تول کر فروخت کیے جاتے تھے۔ یہ اشیاء وزنی کہلاتی تھیں۔ عہدِ رسالت میں بھی یہ اشیاء اسی طرح کیلی اور وزنی رہیں اور تمام تجارتی معاملات ان اوزان کے مطابق انجام پاتے رہے۔ زکوٰۃ و صدقات اور کفارات کے احکام کی تفصیل ان اوزان کے مطابق ہے۔ (۱)

خرید و فروخت کے بعض قدیم طریقے بھی اسی طرح برقرار رکھے گئے۔ مثلاً بیع سَلم، اجارہ، مضاربہ اور استصناع وغیرہ۔ ان کی تفصیل اور احکام کتبِ فقہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

عہدِ رسالت میں قتل خطا کی دیت صرف سو اونٹ کی صورت میں ادا کی جاتی تھی۔ لیکن جب معاشی ترقی کی وجہ سے رواج میں تبدیلی آئی تو حضرت عمرؓ نے شہری علاقوں

۱۔ دارمی، السنن ۲: ۲۵۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جہاں سونے اور چاندی کے سکے بطورِ کرنسی استعمال ہونے لگے تھے، درہم و دینار کی شکل میں دیت کی ادائیگی عائد کر دی۔ (۱)

فقہاء کے نزدیک عرف کی اہمیت

فقہاء کے نزدیک قانونی مسائل کے حل میں عرف و رواج کا عمل دخل بھی ہوتا ہے، اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ فقہاء نے اعتبارِ عرف کے لیے کچھ شرائط بیان کی ہیں، مثلاً یہ کہ عرف نصوص شرعیہ کے خلاف نہ ہو، بوقتِ معاملہ یا بوقتِ قانون سازی وہ موجود ہو، وہ غالب اور عام ہو اور معاشرے میں اس کا لحاظ رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہو۔ (۲)

قسم کے بہت سے احکام عرف و رواج پر مبنی ہیں۔ خرید و فروخت میں علاقے کے تاجروں کا رواج بمنزلہ شرط قرار پاتا ہے، مثلاً بعض اشیاء خاص پیکنگ میں خریدار کو دی جاتی ہیں، اس پیکنگ کا ذکر عقد میں شامل نہیں ہوتا لیکن وہ عرف کی وجہ سے مشروط ہو جاتا ہے۔ مثلاً مشرق بعید (ملائشیا، سنگاپور وغیرہ) میں یہ رواج ہے کہ بھاری اشیاء خریدار کے گھر تک پہنچانا دکان دار کی ذمہ داری ہے۔ چوں کہ وہاں یہ عام عرف ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص ریفریجریٹر یا کپڑے دھونے کی مشین خریدتا ہے تو عرفاً یہ ذمہ داری بائع کی ہوگی کہ خریدا ہوا مال خریدار کے گھر تک پہنچائے (بشرطیکہ خریدار اسی شہر میں رہائش پذیر ہو جس شہر میں اس نے یہ سامان خریدا ہے)۔ اسی طرح چھوٹی چھوٹی مشینیں اپنی مخصوص پیکنگ کے ساتھ ہی خریدار کے حوالے کی جاتی ہیں۔

فقہاء کے نزدیک اگر اہلِ زمانہ کے عرف اور عرفِ شریعت میں تضاد ہو تو اہلِ زمانہ کے عرف کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یہ قسم کھا لے کہ وہ گوشت نہیں

۱۔ الموطأ، کتاب العقول، باب العمل في الدية ۲:۸۱۱؛ الأصل ۴:۴۵۱-۴۵۲

۲۔ ابن نجیم، الأشباہ و النظائر ۱:۱۰۴-۹۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھائے گا۔ پھر اس نے مچھلی کھالی تو اگر اس کے عرف میں مچھلی کے لیے گوشت کا لفظ نہیں بولا جاتا تو وہ اپنی قسم میں حانث (قسم توڑنے والا) نہیں ہو گا، اگرچہ قرآن کریم نے مچھلی کے لیے گوشت کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اسی طرح اگر لغت اور عرف میں تعارض ہو تو بھی لغوی مفہوم ترک کر کے عرف میں رائج مفہوم قبول کیا جائے گا۔ مثلاً اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا تو روٹی کے لفظ کا اطلاق عرف کے مطابق ہوگا۔ ہمارے ملک میں گندم کی روٹی کے لیے ہی اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے، لہٰذا گندم کی روٹی ہی مراد ہوگی، اگرچہ لغت میں چاول یا باجرہ وغیرہ کی روٹی پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایک لفظ لغت میں ایک مفہوم رکھتا ہے لیکن عرف میں اس لفظ کا کوئی اور مفہوم ہے تو وہی معنی مراد لیے جائیں گے جو عرف میں رائج ہیں اور لغوی معنی ترک کر دیے جائیں گے۔(۱) یہ چند مثالیں ہیں۔ کتبِ فقہ میں اس کی مزید تفصیلات موجود ہیں۔

فقہ اسلامی کے تمام مکاتب کے فقہاء نے عرف کی بنیاد پر احکام و مسائل کا استنباط کیا ہے۔ لیکن مالکی اور حنبلی فقہاء نے عرف و رواج کی معاشرتی اہمیت کو زیادہ اجاگر کیا ہے۔ ان دونوں مکاتب نے اچھے رسوم و رواج کو باقی رکھنے کے لیے استحسان اور مصالح مرسلہ سے خوب کام لیا ہے۔(۲)

وہ احکام جو عرف پر مبنی ہوتے ہیں، وہ عرف کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ فقہاء نے عرف و رواج اور اس پر مبنی احکام پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ تفصیلات کے لیے ان کتب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔(۳)

۱۔ ابن نجیم، الاشباہ و النظائر ۱/ ۹۸-۹۷

۲۔ محمد یوسف فاروقی، Development Of Usul-al Fiqh، ص ۱۱۱-۱۱۰

۳۔ مثلاً ابن عابدین کا رسالہ، نشر العرف في بناء بعض الأحكام على العرف (مجموعہ رسائل ابن عابدین میں: العرف والعادة في رأي الفقهاء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد میں استحسان کا مقام

قانون سازی کے عمل میں کبھی ایسی صورت بھی پیش آتی ہے کہ قیاس کے ذریعے درپیش مسئلے حل کرنا مشکل ہو جاتا ہے، یا قیاس کی حد بندیاں یا اس کی ظاہری وجوہ عدل و انصاف کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں، یا بعض قواعد و ضوابط کسی جائز کام یا انسانی مصلحت کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں تو اس قسم کی رکاوٹ دور کرنے کے لیے فقہائے احناف استحسان کا اصول استعمال کرتے ہیں۔

استحسان کا مفہوم

استحسان کا لغوی مفہوم کسی حسی یا معنوی چیز میں ظاہری اور پوشیدہ خوبیوں کا ادراک کرنا ہے۔ فقہاء نے استحسان کی مختلف صورتوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک تعریف یہ کی جاتی ہے کہ کسی قوی دلیل کی بنا پر قیاس جلی کو ترک کر کے قیاس خفی پر عمل کرنا استحسان کہلاتا ہے۔(۱) شمس الائمہ سرخسیؒ کی رائے میں استحسان کا مفہوم یہ ہے کہ ظاہری قیاس کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کرنا جو عام لوگوں کے لیے مفید ہو۔ (۲)

استحسان کے اصول میں بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ لوگوں کے لیے اجتماعی امور میں سہولت پیدا کی جائے اور اس راستے میں حائل مشکلات اور دشواریاں دور کی جائیں۔

استحسان کی بنیادیں

استحسان کی بنیادیں قرآن و سنت میں ملتی ہیں۔ استحسان کا مادہ حسن (خوبی، نیکی، اچھائی) ہے جو مختلف صیغوں میں کثرت سے استعمال ہوا ہے، مثلاً:

۱۔ آمدی، الإحکام في أصول الأحکام ۴: ۱۵۷

۲۔ أصول السرخسي ۲: ۱۹۹ تا ۲۰۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ [النحل ۱۶: ۹۰]

اللہ تعالیٰ یقیناً عدل و انصاف اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں۔

ایک اور آیت ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ دِيناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ

[النساء ۴: ۱۲۵]

اس سے بہتر دین کس کا ہوسکتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی جبین سرنگوں کر دی اور وہ نیک کاموں میں مصروف ہو۔

قرآن حکیم میں کئی مقامات پر لفظ احسان ،ایمان اور فضائلِ اخلاق کے سیاق و سباق میں آیا ہے۔ جس طرح اعلیٰ اخلاقی اقدار معاشرے میں پاکیزہ، خوش گوار اور پُرسکون ماحول پیدا کرتی ہیں، اسی طرح اجتماعی مصلحتوں کا اعتبار بھی معاشرے میں خوبیوں کوجنم دیتا ہے۔ فضائلِ اخلاق میں کچھ وہ ہیں جن کو عباداتِ قلبیہ میں شمار کیا جاتا ہے، جیسے اخلاص، تقویٰ، شکر، صبر اور توکل وغیرہ اور کچھ وہ ہیں جو عباداتِ بدنیہ کہلاتی ہیں، جیسے صدق، امانت، تواضع، ایثار اور شجاعت وغیرہ۔ گویا وہ تمام امور جو انسان کے ظاہر و باطن کی اصلاح سے متعلق ہیں وہ سب احسان کے دائرے میں آتے ہیں۔ اس طرح یہ اصطلاح انسان کی دنیا و آخرت سے وابستہ تمام مصلحتوں کا احاطہ کرتی ہے۔

مشہور حدیثِ جبریل علیہ السلام میں احسان کا مفہوم یہ ہے:

ان تعبدَ اللّٰهَ كانّک تراه،فان لم تکن تراه فإنه يراک (۱)

اس طرح عبادت کریں گویا آپ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔اگر (حضوری کی) یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو یہ ضرور ہونی چاہیے کہ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔

عبادت میں حضوری کی یہ وہ کیفیت ہے جسے مقامِ شہود کہا جاتا ہے کہ انسان غور وفکر

۱۔ الجامع الصحیح ، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبي صلی اللّٰه علیه وسلم عن الإیمان والإسلام والإحسان وعلم الساعة.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مرتبے سے بلند ہو کر اہلِ شہود کے مرتبے میں داخل ہو جاتا ہے جہاں اسے ان حقائق کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے جن کا مشاہدہ عام لوگوں کو نہیں ہوتا۔ یہی مقام احسان کہلاتا ہے جو قلب ونظر کے حسن اور تزکیہ کی معراج ہے۔ حدیثِ جبریل میں احسان کے ذریعے ایمان و اخلاص دونوں میں درجۂ کمال مطلوب ہے۔

استحسان کا مقصد اور اس کا ثبوت

فقہاء استحسان کے مختلف اسالیب کا اعتبار اس لیے کرتے ہیں تاکہ دنیوی و اخروی مصالح کا تحفظ ہو سکے۔ ان مصالح میں یہ بھی شامل ہے کہ کسی مکلف پر ضرورت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے سہولت مہیا کی جائے تاکہ اعمال میں اکتاہٹ پیدا نہ ہو بلکہ شوق و ذوق اور جذبہ عمل برقرار رہے۔ تخفیف وتسہیل کے اس اصول کا اطلاق عبادات پر بھی ہوتا ہے۔ شریعت از خود ان صورتوں میں تخفیف کر دیتی ہے جن میں مشقت اور دشواری کا امکان ہوتا ہے، مثلاً مسافر کے لیے نمازوں میں قصر، فرض روزوں میں بیمار اور مسافر کو افطار اور بعد میں قضا کی اجازت اور بعض حالات میں تیمم کی اجازت وغیرہ۔

قرآن کریم میں ایسی متعدد آیات ہیں جن سے فقہاء نے استحسان کا اصول اخذ کیا ہے۔ مثلاً رمضان المبارک کے فرض روزہ میں بیماروں اور مسافروں کو رخصت دے کر ارشاد فرمایا:

يُرِيْدُاللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَوَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ [البقرة ۲: ۱۸۵]

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا۔

اور فرمایا:

لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا [البقرة ۲: ۲۸۶]

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الحج میں حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو، لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ [الحج ۲۲: ۷۸]

تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔

یعنی ایسے احکام نہیں دیے گئے جن پر عمل کرنا انسان کے بس میں نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ نبوت کی ادائیگی کا ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ [الأعراف ۷: ۱۵۷]

وہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں، پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال قرار دیتے ہیں اور گندی چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں، اور لوگوں پر جو بوجھ اور طوق پڑے ہوئے تھے انہیں دور کرتے ہیں۔

قدیم شریعتوں میں جو سخت احکام تھے وہ اس آخری شریعت میں یا تو منسوخ کر دیے گئے یا ان میں نرمی کر دی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بُعِثتُ بالحنيفية السمحة

مجھے آسان دین حنفی دے کر بھیجا گیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو جب قضا اور امارت کی ذمہ داریاں دے کر یمن روانہ فرمایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں حکم دیا:

بَشِّرا ولا تُنَفِّرا، يَسِّرا ولا تُعَسِّرا (۱)

۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۲:۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو خوش خبری سنائیے اور تنفر نہ کیجیے، ان کے لیے آسانیاں پیدا کیجیے اور سختیاں نہ کیجیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے:

مارأى المسلمون حسنا فهو عندالله حسن (۱)

جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

خرید و فروخت میں اصلی قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز موجود نہ ہو اس کی فروخت جائز نہیں ہے۔ اس قاعدے کی رو سے استصناع یعنی کسی کاریگر یا کارخانے سے آرڈر پر کوئی چیز بنوانے کا عقد جائز نہیں ہے۔لیکن فقہ اسلامی نے معاشرتی ضرورت اور انسانی مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے استصناع کی استحساناً اجازت دی ہے۔(۲)

عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہؓ میں عقدِ استصناع کی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً بعض لوگ جفت سازی کا کام کرتے تھے اور لوگ ان سے اپنے سائز کے مطابق جوتے بنوایا کرتے تھے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعلین استعمال کرتے تھے۔ جفت سازی کے علاوہ اور بہت سی صنعتیں موجود تھیں، مثلاً نجّار (بڑھئی)، حدّاد (لوہار)، دبّاغ (چرم ساز)، طبّاخ (باورچی)، صبّاغ (رنگ ریز) اور نسّاج (کپڑا بنانے والا)۔ ان حرفتوں سے وابستہ کاری گر حضرات لوگوں سے آرڈر لے کر ان کے لیے اشیاء تیار کرتے تھے۔ شریعت نے اس رواج کو استحساناً برقرار رکھا ہے۔(۳) بقول شمس الائمہ امام سرخسی عہدِ رسالت سے آج تک استصناع پر عمل چلا آرہا ہے۔(۴)

۱۔ المستدرک، کتاب معرفة الصحابة ۳: ۷۸

۲۔ بدائع الصنائع ۵: ۳

۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: تخریج الدلالات السمعية ص۷۱۵تا ۷۲۲؛ التراتيب الإدارية ۲: ۵۸-۱۰۹

۴۔ أصول السرخسي ۲: ۲۰۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدیم فقہاء کے نزدیک کنوؤں اور تالابوں وغیرہ کو پاک صاف کرنے کے مسائل کا تعلق استحسان سے ہے۔ کنواں جب ناپاک ہوجاتا ہے تو متعین مقدار میں پانی نکال دینے سے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ کنواں یا تالاب پاک نہ ہو، لیکن یہاں فقہاء کنویں یا تالاب سے معین مقدار پانی نکال دینے پر کنویں کو استحسان کی بنیاد پر پاک قرار دیتے ہیں۔(۱)

جدید دور میں استحسان کا اصول بہت ناگزیر ہوگیا ہے۔ بے شمار ایسے مسائل ہیں جو بذریعۂ قیاس حل نہیں کیے جا سکتے، انہیں استحسان ہی کے ذریعے حل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ضرورت مند انسان کی جان بچانے کے لیے خون منتقل کرنا، یا جان بچانے یا صحت کے غالب گمان کی بنا پر آپریشن کرانا یا غیر طبعی موت کے اسباب جاننے کے لیے پوسٹ مارٹم کرانا، تاکہ مجرم کے ساتھ انصاف کے تقاضے پورے کیے جا سکیں وغیرہ۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کا حل استحسان ہی کے ذریعے ملتا ہے۔ فقہ اسلامی میں فروعی احکام میں استحسان کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن کی مزید اقسام اور مثالوں کی تفصیلات اصول فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔(۲)

استحسان کے اصول نے اجتہاد کا دائرہ وسیع کر کے اسے اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ ہر دور میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل پیش کر سکے۔ شروع میں جب احناف نے یہ اسلوب دریافت کیا اور اس کی بنیاد پر استدلال و استنباط کا عمل شروع کیا تو اس کی شدت سے مخالفت کی گئی، لیکن بتدریج اس کی مخالفت کم ہوتی چلی گئی۔ مالکی اور حنبلی فقہاء نے بھی اس کی اہمیت اور افادیت کو جلد ہی قبول کر لیا تھا۔ امام شافعیؒ اور ان کے فقہی مکتب سے وابستہ بعض متقدمین فقہاء نے اس اصول پر تنقید کی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ

۱۔ ایضاً

۲۔ أصول السرخسي ۲: ۲۰۰ تا ۲۰۷؛ أصول الفقه الإسلامي ۲: ۷۴۰ تا ۷۴۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے استحسان کا مفہوم یہ سمجھا کہ قیاس کو بغیر کسی معقول اور مناسب دلیل کے رد کر دیا جاتا ہے اور جو بات مجتہد کے دل کو بھاتی ہے اس کے مطابق وہ فتویٰ جاری کر دیتا ہے۔ جب احناف نے اس اصول کی مدلل انداز میں وضاحت کی اور بتایا کہ استحسان کی صورت میں قیاس کو زیادہ قوی دلیل کی بنیاد پر ترک کیا جاتا ہے اور اس میں مجتہد کی اپنی خواہش کو دخل نہیں ہوتا تو متاخرین نے ان کے دلائل کو قبول کیا۔ معاصر فقہاء تقریباً سب ہی اسے ایک دلیل اور اصول کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

مصالحِ مرسلہ یا استصلاح

مفہوم: اجتہاد کا ایک اور اہم اسلوب مصالحِ مرسلہ ہے۔ یہ استنباطِ احکام کا ایک ایسا منہج ہے جس میں انسان کی مصلحت اور ضرورت کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔فقہاء نے مصالح اور مفاسد پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ دنیا اور آخرت کی مصلحتیں وہ ہیں جن کے ضائع ہونے پر دنیا و آخرت کے معاملات میں رکاوٹ اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ مفاسد وہ ہیں جو اگر وجود پذیر ہوں تو وہ دنیا اور آخرت میں تباہی کا سبب ہوتے ہیں، لہٰذا سب سے پہلے مفاسد یعنی نقصان دہ اور ضرر رساں چیزوں کا دور کرنا اور پھر مصالح کا حصول ضروری ہے۔

شریعت میں مصالح کا اعتبار

فقہاء نے مصالح پر بحث کرتے ہوئے ان کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

پہلی قسم مصالح معتبرہ ہے ۔ان کا شریعت نے اعتبار کیا ہے۔

دوسری قسم مصالح ملغاۃ کہلاتی ہے،یعنی وہ مصلحتیں جنہیں شریعت نے لغو قرار دیا ہے۔

تیسری قسم مصالح مرسلہ ہے جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے ،نہ ان کا صراحتاً اعتبار کیا ہے اور نہ انہیں رد کیا۔ اس تیسری قسم کی مصلحتوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر دور اور ہر زمانے میں ایسی نئی نئی مصلحتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں جن کی رعایت قانون سازی اور احکام کی تفصیل میں کی جاتی ہے۔(۱)

فقہاء کے ہاں جلبِ مصلحت ودفعِ ضرر ایک کلیہ ہے جس کے تحت لوگوں کو دنیا و آخرت سے متعلق مصلحتیں ضرور حاصل ہونا چاہییں اور انہیں ضرر و نقصان سے بچایا جانا چاہیے۔ یہی شریعت کا مقصد ہے۔

فقہاء نے جلبِ مصلحت اور دفعِ ضرر کا تمام تر تصور قرآن حکیم سے اخذ کیا ہے۔ ان فقہاء کے پیشِ نظر قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وعدل اور اس کے ساتھ انسانوں کی دنیوی و اخروی فلاح وسعادت کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [الأعراف ۷: ۱۵۶] اور میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے، یا: ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ [الأنعام ۶: ۵۴] آپ کے رب نے رحمت کو اپنے اوپر ضروری اور لازم کرلیا ہے، یا ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ [النحل ۱۶: ۹۰] اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتے ہیں، اور ﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾ [البقرة ۲: ۲۶۹] اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جسے حکمت و دانائی مل گئی، اسے بہت بڑی بھلائی مل گئی۔

عزالدین اور ابن قیم کا تصورِ شریعت و مصلحت

فقہاء نے ایسی آیات سے ماخوذ تصور کی جھلک کو فقہی احکام میں نمایاں کیا ہے۔ عزالدین السلمیؒ (م ۶۶۰ھ) نے تصورِ مصلحت وحکمت کی وضاحت یوں کی ہے: الشريعة كلها مصالح، إما تدرأ مفاسد أو تجلب مصالح ۔ شریعت مکمل طور پر مصلحتوں پر مبنی ہے، یا مفاسد کو ختم کرتی ہے یا مصلحتوں کو حاصل کرتی ہے۔(۲)

۱۔ الوجيز في أصول الفقه ص ۲۳۶ و ما بعد

۲۔ قواعد الأحكام في مصالح الأنام ۱:۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن قیمؒ (م ۷۵۱ھ) نے یہ تصور زیادہ وضاحت اور قوت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> شریعت تو سراسر حکمت اور لوگوں کی مصلحتوں پر مبنی ہے۔ شریعت سراپا عدل، مکمل طور پر مصلحت اور حکمت و دانائی سے بھرپور ہے۔ ہر وہ مسئلہ جو عدل سے ہٹ کر ظلم کی حدود میں داخل ہوجائے، یا رحمت سے نکل کر زحمت بن جائے یا مصلحت سے نکل کر فساد و ضرر کا سبب بن جائے تو شریعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، خواہ تاویل کر کے اسے شریعت میں داخل کرنے کی کوشش کی گئی ہو (پھر بھی اس کا حقیقتاً شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا)۔ (۱)

مصالح مرسلہ ایک دلیل کے طور پر ان مسائل میں قابلِ قبول ہے جن کا تعلق انسانوں کے دنیوی معاملات سے ہوتا ہے۔ جہاں تک عقائد اور عبادات کا تعلق ہے یا وہ امور جن کا تعلق اخروی زندگی سے ہے وہ مصالحِ مرسلہ کے دائرے سے باہر ہیں۔ ان امور میں صرف وحی دلیل ہوسکتی ہے۔ البتہ انسانوں کے دنیوی امور خواہ ان کا تعلق معاملات سے ہو یا معاشرت سے، سیاست سے ہو یا انتظامی امور اور دفاع وغیرہ سے ہو، ان امور میں انسانی عقل و فہم، علم اور تجربہ کے پیمانے استعمال ہوسکتے ہیں۔ جب ان دنیوی امور سے متعلق مصالح کے جواز یا عدم جواز پر شرعی نصوص خاموش ہوں تو فقہاء مصالح عامہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن ایسا کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ مصالح عامہ اور منشائے شریعت دونوں میں ہم آہنگی اور توافق رہے۔

مقاصدِ شریعت

استحسان اور مصالح مرسلہ کی تفصیلات اور احکام و مسائل پر ان کی تطبیق کو بہتر طور

۱۔ إعلام الموقعين عن رب العالمين ۱۴:۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر سمجھنے کے لیے مقاصد شریعت پر ایک مختصر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ فقہاء کے نزدیک اجتہاد کے عمل میں ان مقاصد کو لازمی طور پر پیشِ نظر رکھا جائے گا۔ یہ تمام مقاصد وہ ہیں جن کا تعلق انسان کی دنیوی اور اخروی مصلحتوں سے ہے۔ ان مصالح اور حوائج کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ضروریات: اس میں وہ حوائج شامل ہیں جن پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ ان کی رعایت ہر صورت اور ہر حالت میں کی جائے گی۔ یہ مقاصد پانچ ہیں:

دین کا تحفظ، زندگی کا تحفظ، مال کا تحفظ، نسل اور عزت و آبرو کا تحفظ اور عقل و حواس کا تحفظ۔

یہ پانچ بنیادی اصول ہیں جنہیں قانون سازی کے ہر مرحلے میں تحفظ فراہم کیا جاتا ہے اور ان تحفظات کے حصول کی راہ میں موجود رکاوٹیں دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان پانچ مقاصد کے تحفظ سے انسانی حقوق کا تحفظ ہو جاتا ہے۔

۲۔ حاجیات: یہ انسان کی وہ حوائج ہیں جن کے نہ ہونے سے زندگی میں مشکلات اور دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جیسے بیماری اور سفر کی حالت میں عبادات میں رخصت یا عادات و اطوار میں حلال جانور کے شکار کی اجازت یا لباس، کھانے، پینے اور سواری وغیرہ کے حصول میں حلال چیزوں سے فائدہ اٹھانا یا معاملات میں قرض ولین دین کے معاملات وغیرہ۔

۳۔تحسینیات: شریعت نے ان مصالح اور حوائج کا بھی اعتبار کیا ہے جو انسانی زندگی میں حسن اور رونق پیدا کرتی ہیں اور جن کی بنا پر تہذیب و اخلاق، پاکیزگی اور صفائی کو پھلنے اور پھولنے کا موقع ملتا ہے، مثلاً عبادات کی صورت میں صاف ستھرا اور پاکیزہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لباس۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

يَا بَنِيٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ [الأعراف ۷: ۳۱]

اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنی آرائش کا اہتمام کرو۔

تقویٰ یہ نہیں ہے کہ انسان لباس کی پروا نہ کرے یا کھانا پینا چھوڑ دے، بلکہ حلال اور پاکیزہ نعمتوں کو استعمال کرے اور پورے اخلاص کے ساتھ اپنے منعم کا شکرگزار بنے۔ اسی طرح نوافل و صدقات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا مزید قرب حاصل کرنا، یا اجتماعی زندگی میں آداب اور فضائلِ اخلاق کا پوری طرح اہتمام کرنا وغیرہ۔ ان امور کا اہتمام کرنے سے حقیقی معنی میں تہذیب اجاگر ہوتی ہے جو انسانوں کی اجتماعی زندگی میں حسن بھی پیدا کرتی ہے اور سکون بھی۔ (۱)

مصالحِ مرسلہ پر مالکی فقہاء کا بڑا وقیع کام ہے۔ فقہ مالکی کے ارتقا اور وسعت پذیری میں اس کا نمایاں کردار رہا ہے۔ یہ اسلوب صرف فقہ مالکی تک محدود نہیں رہا، بلکہ ظاہری مکتب فکر کے علاوہ حنفی، شافعی اور حنبلی فقہاء نے بھی اسے بطورِ منہج و اسلوب استعمال کیا ہے۔

۱- الموافقات فی اصول الشریعة ۲: ۵۰۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذرائع

اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے فتح الذرائع:

فقہاء کے ہاں ذرائع و وسائل کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ جو وسائل اعلیٰ مقاصد تک پہنچاتے ہوں یا ان کے حصول میں مد و معاون ہوں وہ مطلوب ہیں۔ ان ذرائع و وسائل کو اختیار کیا جائے گا۔ اگر وسائل پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئے تو انہیں پیدا بھی کیا جائے گا تاکہ مقاصد کا حصول آسان ہو جائے۔ وسائل پیدا کرنے یاوسائل اختیار کرنے کا عمل ''فتح الذرائع'' کہلاتا ہے۔

منکرات کی روک تھام کے لیے سدالذرائع:

جو وسائل مفاسد تک پہنچاتے ہوں،ان کی روک تھام ضروری ہے۔ جس طرح فواحش و منکرات اور ایسے اقوال و افعال کا ارتکاب جن سے فتنہ و فساد پھیلتا ہو، وہ سب ممنوع اور حرام قرار پاتے ہیں۔ فقہاء کی اصطلاح میں ان ذرائع و وسائل کی روک تھام ''سد الذرائع'' کہلاتی ہے۔ بسا اوقات ذرائع خود مباح ہوتے ہیں لیکن وہ کسی بڑی خرابی یا فساد کا سبب بنتے ہیں، فقہاء ایسی تمام راہوں کو مسدود کرتے ہیں۔

وسائل کو وہی حیثیت اور درجہ حاصل ہے جو مقاصد کا ہوتا ہے۔ اگر مقاصد ضروریات سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کے وسائل بھی اسی درجے کے ہوتے ہیں اور اگر مقاصد حاجیات یا تحسینیات سے متعلق ہوں تو ان کا درجہ ان مقاصد کے مطابق ہوتا ہے۔ بہرحال مقاصدِ شریعت کی تکمیل کے لیے ذرائع و وسائل اختیار کرنا پڑتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسا اوقات اسباب و ذرائع واضح ہوتے ہیں جنہیں عام انسان بھی سمجھ سکتا ہے لیکن بعض اوقات یہ واضح نہیں ہوتے اور ہر ایک کی نظر ان تک نہیں پہنچ سکتی۔ خصوصاً تہذیب و تمدن کے ارتقائی مراحل میں پیدا ہونے والے مسائل یا تہذیبوں کے اجتماع سے جو تغیرات پیدا ہوتے ہیں یا ذرائع ابلاغ سے پیدا ہونے والے مسائل۔ یہ وہ امور ہیں جن کا بہت ذہانت اور گہری نظر سے جائزہ لینا پڑتا ہے۔ اسی طرح بدلتے ہوئے حالات میں جو نئی روایات قائم ہوتی ہیں یا نئی ایجادات کے وجود میں آنے سے جو امور پیدا ہوتے ہیں یا نئے افکار و نظریات پھیل رہے ہوں تو اصحابِ رائے ،اہلِ علم و دانش اور اربابِ حل و عقد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے نتائج پر گہری نظر رکھیں اور اسباب و وسائل کا بھی ناقدانہ جائزہ لیں۔ جو چیزیں اسلامی فکر،اقدار اور تہذیب و تمدن سے ہم آہنگ ہوں اور امتِ مسلمہ کی مصلحتیں پورا کرتی ہوں، انہیں اختیار کیا جاسکتا ہے اور فروغ بھی دیا جاسکتا ہے۔ لیکن جو چیزیں اسلامی فکر اور اقدار کے کسی بھی پہلو کو نقصان پہنچائیں،ان کی اور ان کے اسباب کی روک تھام ضروری ہے۔ اگر نئے پیدا ہونے والے افکار و نظریات یا دیگر امور ایسے ہوں جن کی زد براہ راست اسلامی عقائد ،بنیادی تصورات، عبادات یا اخلاقی نظام پر پڑتی ہو تو ان کی فوری روک تھام ضروری ہے۔ ان کے اسباب و وسائل کا فوری سدِ باب کردیا جائے گا۔ اگر ان کے اثرات معاشرتی اورسیاسی زندگی پر پڑ رہے ہوں اور اثرات ملے جلے ہوں، کچھ مثبت اور کچھ منفی، تو محتاط طریقے سے ان کا جائزہ لینا ہوگا۔ اگر یہ ممکن ہو کہ ان میں کچھ اصلاحات کر کے ان کے منفی اثرات کو ختم کیا جا سکتا ہو تو ایسا کرنا ضروری ہوجاتا ہے اور انہیں اسلامی فکر و اقدار سے ہم آہنگ کر کے قبول کیا جاسکتا ہے ۔اگر اصلاح ممکن نہ ہو یا ان کے منفی اثرات کا ازالہ نہ ہوسکتا ہواور اہل علم و دانش یہ محسوس کریں کہ بالآخر ان کے منفی اثرات غالب ہوں گے جس سے اسلامی معاشرے میں فکری یا اخلاقی بے راہ روی یا دین سے انحراف پیدا ہوسکتا ہے تو سد الذرائع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ان کے وسائل و ذرائع کی روک تھام کی جائے گی۔شریعت کی نظر میں مقاصد و نتائج اہمیت رکھتے ہیں، اسی لیے فقہاء بھی مقاصد کو اہمیت دیتے ہیں۔ فقہ اسلامی کا معروف قاعدہ کلیہ ہے: **الأمور بمقاصدها** یعنی کاموں کا اعتبار ان کے نتائج اور مقاصد کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

سدالذرائع کی مثالیں

فقہ اسلامی میں سدالذرائع کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں: مثلاً خواتین کو گھورنا غلط ہے، کیوں کہ یہ عمل فتنہ وفساد کا موجب ہوسکتا ہے۔قرآن کریم میں صرف زنا کی حرمت بیان نہیں کی گئی بلکہ وہ تمام اسباب بھی ممنوع اور حرام قرار دیے گئے ہیں جو فحاشی و بدکاری کا سبب بنتے ہیں۔اسی لیے قرآن حکیم نے یہ اسلوب اختیار کیا ہے: ﴿لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾ [الاسراء ۱۷: ۳۲] زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو کہ یہ بڑی بے حیائی کا کام اور غلط راستہ ہے۔اسی طرح فرمایا ﴿لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ [الأنعام ۶: ۱۵۱] اور بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی نہ جاؤ، خواہ ظاہری بے حیائی کے کام ہوں یا پوشیدہ۔ان آیات میں **لاتقربوا** کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں کہ وہ تمام اسباب جو فحاشی اور بدکاری کی راہ پر ڈال دیں انہیں بھی ممنوع قرار دیا جائے گا۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد میں اس شوہر کے ترکہ میں سے بیوی کو اس کا مقررہ حصہ دلایا جس نے مرضِ موت میں بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ کیوں کہ مرضِ موت میں طلاق دینے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ بیوی کو وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔حضرت عثمانؓ کے فیصلے نے اس قسم کے حیلہ کا راستہ روک دیا۔

قرآن حکیم جھوٹے خداؤں کو بھی برا بھلا کہنے سے اس لیے روکتا ہے کہ ان کو برا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھلا کہنا ذریعہ بنے گا کہ ان بتوں کے پرستار اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کر سکتے ہیں:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

[الأنعام ۶: ۱۰۸]

تم لوگ برا بھلا نہ کہو ان کو جن کی یہ (بت پرست) اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کرتے ہیں اس لیے کہ پھر وہ اللہ کی شان میں بغیر علم کے گستاخی کریں گے۔

قرآن حکیم میں اذانِ جمعہ کے بعد کاروبار اور تجارتی لین دین پر پابندی عائد کی گئی ہے، کیوں کہ کاروبار میں مصروفیت جمعۃ المبارک کے اہتمام اور نماز سے غفلت کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے سد الذرائع کی ایک سو مثالیں جمع کر دی ہیں۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات ان مثالوں کا مطالعہ ان کی کتاب إعلام الموقعین میں کر سکتے ہیں۔[۱]

ذرائع کے باب میں بھی بڑی وسعت ہے۔ اسلامی تہذیب و روایت، اس کے قانون اور ضابطوں کی ترقی کے لیے ہر دور اور ہر زمانے میں ضروری اسباب و ذرائع اختیار کیے جاتے رہیں گے۔ اسلامی معاشرے میں خرابی، فساد اور برائی پیدا کرنے والے افعال و اعمال کے اسباب کی روک تھام بھی کی جاتی رہے گی۔ مجتہد اور فقیہ کی نظر جس طرح مقاصد پر رہتی ہے، اسی طرح وہ اسباب و ذرائع پر بھی گہری ناقدانہ نظر رکھتا ہے۔

۱۔ إعلام الموقعين ۳: ۱۴۹ تا ۱۷۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب نمبر
مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

مناہج و اسالیبِ اجتہاد (ب)

مناہج اجتہاد میں سب سے پہلا منہج تو قرآن و سنت سے استنباط ہے جس کی تفصیل کتبِ اصول فقہ میں موجود ہے۔ یہاں قرآن و سنت سے استنباط کے بعد والے اہم مناہج اجتہاد کا مختصر تذکرہ مقصود ہے۔ ایسے مناہج میں اجماع اور قیاس بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے علاوہ استدلال اور استصحاب بھی اجتہاد کے مناہج میں سے ہیں اس باب میں ان چاروں پر گفتگو شامل ہے۔

۱۔ اجتہاد میں اجماع کا مقام

مناہج اجتہاد میں اجماع کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، بلکہ بقول مولانا امین احسن اصلاحیؒ، یہ اجتہاد ہی کی ایک صورت ہے[۱]۔ آغاز میں ایک مسئلہ اجتہادی مراحل سے گزرتا ہے، پھر علم و دلیل کی قوت اور لوگوں کے لیے مناسب حال ہونے کی وجہ سے قبول ہوتا چلا جاتا ہے اور بالآخر یہی قبول عام اجماع کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

اجماع میں شوریٰ کا کردار

اجماع کے انعقاد میں شوریٰ کا کردار بہت بنیادی اور اہم ہوتا ہے۔ عام طور پر ان اجتہادی آراء کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوتی ہے جو شوریٰ کے عمل سے نکل کر اہلِ علم اور عوام تک پہنچی ہوں۔ اس لیے کہ باہمی مشورے سے جہاں مسئلے کا ہر ہر پہلو اجاگر ہو جاتا ہے وہاں اس کے عملی اور تطبیقی پہلو کو بھی اچھی طرح جانچ پرکھ لیا جاتا ہے۔ یوں لوگوں میں اس کی قبولیت اور عملی زندگی میں اسے اپنانے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

۱۔ امین احسن اصلاحی، Islamic Law: Concept and Codification ص ۲۸-۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجماع کی سند قرآن کریم سے

قرآنِ حکیم کی متعدد آیات میں مسلم امہ کی وحدت اور ان کے باہمی اتفاق کو ضروری قرار دیا گیا ہے، مثلاً ﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾[آلِ عمران ۳: ۱۰۳]سب مل کر اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے تھام لواور گروہ بندی کا شکار نہ بنو۔ اسی طرح ﴿ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴾[الأنبیاء ۲۱: ۹۲] یقیناً یہ آپ کی امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، پس صرف میری عبادت کرو۔

یہ اور اس قسم کی متعدد آیات اس بات پر آمادہ کرتی ہیں کہ مسلمان اپنے اہم معاملات میں اس طرح فیصلے کریں کہ امت کی وحدت اور اتحاد و اتفاق کو استحکام حاصل ہو۔چناں چہ دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور عہدِ خلفائے راشدین میں اجتماعی فیصلوں کے ذریعے اجماع تک پہنچنے کی شعوری کوششیں ہوتی رہیں۔

بعض فقہاء اجماع کی حجیت پر استدلال شہادتِ حق کے تصور سے کرتے ہیں۔ان کے خیال میں مسلم امت کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا بھر میں شہادتِ حق کا فریضہ انجام دے:

> وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا[البقرة ۲ : ۱۴۳]
>
> اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا، تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عدل کے ساتھ موصوف کیا ہے۔ امتِ عادلہ کا عزم و اتفاق حجت ہے اور اس کی متفقہ رائے واجب العمل ہے۔ اس امت کے اجتماعی شعور نے جس چیز کو قبول کر لیا ہو، اس سے کسی کا نکل جانا ممنوع اور امت میں افتراق پھیلانے کے مترادف ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِمَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ [النساء ۴: ۱۱۵]

اور جو شخص راہِ ہدایت معلوم ہو جانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور اہلِ ایمان کے راستے سے ہٹ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا، ہم اسے اسی راہ پر چلنے دیں گے جس راہ پر وہ چل پڑا ہے، اور ہم اسے (اس کے نتیجے میں) جہنم میں پہنچا دیں گے۔

اس آیت کا آخری حصہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اہلِ ایمان نے مل جُل کر جو ایک طریقِ کار اور راستہ طے کر لیا ہو وہ ایک حجت اور مضبوط دلیل ہے، اسے چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: لا تتفق أمتي على الضلالة میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہیں ہوگی۔(۲) بعض صحابہ کرامؓ کے آثار میں بھی یہ تصور ملتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: مارآه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔(۳) معلوم ہوا کہ جس بات پر امت متحد و متفق ہو جائے وہی بات شریعت کا منشا ہوگی۔

اجماع کے بارے میں رسول اللہ کا تربیتی اسلوب

عہدِ رسالت میں ایسی متعدد مثالیں ملتی ہیں جنہیں اجماع سے مماثل قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ مثالیں فی الاصل شوریٰ کی ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا شورائی اسلوب اجماع کے عمل میں کام آتا رہا ہے۔ اگر اس دور میں اجتہاد ہوتا تھا اور صحابہ کرامؓ میں رائے کا اختلاف بھی ہوتا تھا تو یقیناً ان کی اختلافی رائے علم و دلیل کی

۱۔ الفصول في الأصول ۲:۱۰۷، ۱۱۱

۲۔ الإحكام في أصول الأحكام ۱:۲۱۹

۳۔ ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیاد پر اتفاق میں بھی تبدیل ہوتی رہی ہوگی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو معاملات میں باہم مشورے کا حکم دیا گیا تھا تو یقیناً وہ مشورے کے نتیجے میں کسی متفقہ رائے پر بھی پہنچتے ہوں گے۔ سیرتِ طیبہ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کر کے ایک متفقہ لائحہ عمل طے کیا۔ شاید ہم اسے اصطلاحی مفہوم میں اجماع تو نہ قرار دے سکیں، البتہ یہ طرزِ عمل اجماع کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تربیتی اسلوب ضرور تھا۔ مثلاً قبیلہ ہوازن کے جنگی قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ جو ایک اہم فقہی مسئلہ تھا، باہمی مشورے سے بالاتفاق طے پایا تھا۔ (۱)

دورِ جدید کی ضرورت اور طریق کار

اجماع ایک ایسا اصول ہے جو امتِ مسلمہ کے اجتماعی، سیاسی، دستوری اور دیگر اہم قانونی مسائل کے حل میں رہنمائی کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اپنے دور میں خلافت کے انعقاد اور اسی قسم کے دیگر اہم مسائل کو حل کرنے کے لیے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ یہ اصول استعمال کیا۔ آج بھی ہمارے بہت سے اجتماعی امور ایسے ہیں جنہیں ہم اس شرعی اصول کی بنیاد پر حل کر سکتے ہیں۔ ہمارے فقہاء، علماء، دانش ور اور سیاسی بصیرت رکھنے والے قائدین اگر اس طرف توجہ کریں اور اجماع کو ایک ادارے کی شکل دے کر اپنے مسائل کو اتحاد و اتفاق کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کریں تو یقیناً اس کے بہت تعمیری اور دور رس اثرات ہوں گے۔ اس کام کو انجام دینے کے لیے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت پیش آئے گی کہ شورائی اجتہاد کو فروغ دیا جائے۔ ذرائع ابلاغ کی ترقی اور تیز رفتاری نے بہت سی سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ ان سے بھر پور فائدہ اٹھا کر اجتماعی اجتہاد کا عمل شروع کیا جاسکتا ہے۔ یہ کام اگر اخلاص کے ساتھ شروع کیا جائے تو علم اور دلیل کی بنیاد پر بعض اجتماعی امور میں اجماع کی طرف پیش رفت کی جاسکتی ہے۔ (۲)

۱۔ الجامع الصحیح ۳: ۸۹

۲۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے، Development of Usul al-Fiqh کا دوسرا باب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ اجتہاد میں قیاس کا مقام

قیاس کی تعریف

فقہائے کرام نے اجتہاد کے مختلف اسالیب پر گفتگو کی ہے۔ان میں سب سے مستحکم اور محفوظ اسلوب ''قیاس'' ہے ۔فقہائے کرام نے اپنے ذوق اور اپنے دور کی تہذیبی، تمدنی اور زمانی ضروریات کو مدِنظر رکھتے ہوئے قیاس کی تعریف میں مختلف تعبیریں اختیار کی ہیں۔ ان تعریفات میں قاضی ابوبکرؒ کی تعریف کو اکثر فقہاء نے قبول کیا ہے جوکہ درجِ ذیل ہے:

> ایک امرِ معلوم کو دوسرے امرِ معلوم پر اس طرح محمول کرنا کہ دونوں کے لیے ایک ہی حکم یا صفت کو ثابت کیا جاسکے یا اس حکم یا صفت کی نفی کی جا سکے، بشرطیکہ دونوں معلوم امور کے درمیان کوئی چیز بحثیت جامع موجود ہو۔(۱)

یہ تعریف اگرچہ جامع ہے لیکن مشکل ہے۔ ابوبکر جصاصؒ نے زیادہ آسان الفاظ میں یوں تعریف کی ہے: ''کسی منصوص چیز کی نظیر پر اشتراکِ علّت کی وجہ سے وہ حکم لگایا جائے جس کا تقاضا وہ علّت کرتی ہے، یعنی اس مشترکہ علّت کا تقاضا یہ ہو کہ فرع پر بھی وہی حکم لگایا جائے جو حکم اصل کا ہے''۔(۲)

دونوں فقہاء اصل اور فرع میں مشترکہ علّت کو ضروری قرار دیتے ہیں اور اس مشترکہ علّت کی وجہ سے اصل کے حکم کو نئے پیش آمدہ مسئلے پر بھی لاگو کرتے ہیں اس لیے کہ فرع سے ملتی جلتی نظیر نص میں موجود ہوتی ہے ۔قاضی ابوبکرؒ کی تعریف میں امرِ جامع سے مراد وہ علّت ہے جو اصل و فرع دونوں میں مشترک ہو۔

۱۔ نفائس الأصول في شرح المحصول ۴:۳٦

۲۔ جصاصؒ، الفصول في الأصول ۲:۲۰۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماوردیؒ نے اس سے بھی زیادہ آسان اور جامع تعریف کی ہے،وہ کہتے ہیں: ’’فرع کو (حکم میں) اصل کے ساتھ ملادینا ،اس لیے کہ فرع میں وہی علّت پائی جاتی ہے جو اصل میں موجود ہے‘‘۔(۱)

شمس الائمہ سرخسیؒ نے قیاس کی مختصر مگر جامع تعریف کی ہے، فرماتے ہیں: ’’ قیاس عبارت ہے اس چیز سے کہ شے (یعنی کسی مسئلے) کو اس کی نظیر کی طرف لوٹا دیا جائے‘‘۔(۲)

اس تعریف میں امام سرخسیؒ نے علّت کا صراحتاً ذکر نہیں کیا لیکن یہ واضح ہے کہ ایک چیز دوسری چیز کے لیے اسی وقت نظیر قرار پاتی ہے جب دونوں میں کوئی چیز مشترک ہو۔ اس تعریف کی رو سے علّتِ جلی اور علّتِ خفی دونوں کا احاطہ ہوسکتا ہے۔

ان تمام تعریفات پر غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام فقہاء کا مدعا ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر دور اور ہر زمانے میں نئے پیش آنے والے مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے استنباط و استدلال میں احتیاط کا پہلو ملحوظ رکھا جائے۔ اس لیے کہ کسی شرعی حکم کو قیاس کے ذریعے ثابت کرنے میں انسانی ذہانت اور فکر کام کرتی ہے۔ انسانی فکر میں خطا کا امکان ہوتا ہے۔ بالخصوص ان احکام میں جن کی علتوں کو نصوص نے واضح طور پر ذکر نہیں کیا۔ ایسے مسائل میں مجتہد خود غور وفکر کر کے علّت تلاش کرتا ہے۔ چناں چہ اصل اور فرع دونوں میں اشتراکِ علّت قیاس کے لیے ضروری ہے ۔اس علّت کی بنا پر مجتہد اصل (منصوص) کے حکم کو فرع پر لاگو کرتا ہے۔

اشباہ و نظائر کو سامنے رکھ کر قیاس کرنے اور اس کے ذریعے فیصلہ طلب معاملات کو حل کرنے کا حکم حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ حکومت میں قاضیوں کو دیا تھا۔ حضرت ابوموسیٰ

۱۔ ماوردی، أدب القاضي ۱:۴۹۰

۲۔ أصول السرخسي ۲:۱۲۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشعریؓ کے نام مشہور خط میں حضرت عمرؓ نے لکھا:

الفهم الفهم فيما يتلجلج في صدرك مما ليس فيه قرآن ولاسنّة واعرف الأشباه والأمثال،ثم قِس الامور بعد ذالك،ثم اعمد لأحبّها الى اللّٰه وأشبهها بالحق فيما ترى۔(۱)

جو مسئلہ تمہارے دل میں کھٹک رہا ہو اور قرآن وسنّت میں اس کے بارے میں کچھ نہ ہو تو اسے خوب اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس کے نظائر وامثال (جو نصوص میں موجود ہوں) انہیں اچھی طرح جاننے کی کوشش کرو۔ پھر نئے امور کو ان پر قیاس کرو۔ پھر جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہو اور حق کے زیادہ قریب ہو، اسے اختیار کرو۔

قیاس کی جو تعریفیں اوپر بیان ہوئی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہاء کے ہاں قیاس کے منہج میں علّت کو نمایاں حیثیت حاصل ہے، اس لیے علّت کی مختصراً وضاحت ضروری ہے۔فقہاء کے نزدیک علّت کسی حکم سے متعلق وہ خارجی وصف ہے جو اس حکم کے وجود میں مؤثر ہو۔فروعی مسائل میں حکم کا مدار علّت کے وجود پر ہوتا ہے۔ اگر وہ علّت جس کا تعین اصل مسئلہ(مقیس علیہ) میں کیا جاچکا ہے، فرعی مسئلہ(مقیس) میں پائی جائے تو جو حکم اصل مسئلے کا تھا، وہی حکم اس علّت کی بنا پر فرعی مسئلے پر بھی لاگو ہوگا۔یہ بات پیش نظر رہے کہ فقہاء جب قیاس کے منہج میں علّت کو اہمیت دیتے ہیں تو یہاں علّت سے مراد شرعی علّت ہے، محض ظنی علّت مراد نہیں ہے۔

تعیین علت کے مراحل

علّت کی تعیین میں فقہاء کو تین مراحل سے گزرنا ہوتا ہے: پہلا مرحلہ تخریجِ مناط کہلاتا ہے۔ تخریجِ مناط یہ ہے کہ قرآن و سنّت میں مذکور حکم کی اصل علّت کو تلاش کرنا۔ اس

۱۔ إعلام الموقعين ۱:۸۶؛الوثائق السياسية ص ۴۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت میں فقیہ ان تمام اوصاف کی نشان دہی کرتا ہے جو علّت بن سکتے ہوں۔ اس کے بعد دوسرا مرحلہ تنقیحِ مناط کہلاتا ہے۔ اس صورت میں فقیہ ان تمام اوصاف کو نقد و تجزیہ کے بعد چھانٹ کر الگ کر دیتا ہے جو حقیقتاً علّت نہیں بن سکتے اور اس وصف کا تعین کرتا ہے جو علّت بن سکتا ہے۔ تیسرا مرحلہ تحقیقِ مناط کہلاتا ہے جس میں اصل مسئلے میں جو علّت متعین ہوئی ہو اسے فرعی مسئلہ یعنی مقیس میں تلاش کرنا اور اس علّت کے پائے جانے پر اصل کا حکم فرع پر نافذ کرنا۔

قیاس اور شرحِ صدر

اوپر ذکر ہو چکا کہ فقیہ وہ ہوتا ہے جسے دین کا گہرا فہم اور ادراک ہو۔ یہ بات بھی بیان کی جا چکی ہے کہ دین کا فہم و ادراک اس وقت حاصل ہوتا ہے جب دین کے تینوں شعبوں عقائد، تزکیہ نفس و تہذیب اخلاق اور عملِ صالح کا علمی طور پر مکمل ادراک ہو اور عملی زندگی بھی علم وفکر کے مطابق ڈھل چکی ہو۔ جب ایک فرد اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور اس کی ذات و صفات اور اس کے حقوق کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں نور پیدا فرما دیتے ہیں۔ پھر وہ ایمان کے ساتھ جوں جوں تزکیہ نفس، احسان اور تہذیبِ اخلاق کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو یہ نور بڑھتا جاتا ہے۔ اس طرح جب وہ اپنی ساری عملی زندگی کو دین کی تعلیمات کے مطابق ڈھال لیتا ہے اور حرام و مشتبہات سے اجتناب کرتا ہے تو اعمالِ صالحہ کی وجہ سے مومن کا قلب مزید منور ہو جاتا ہے۔ اس تنویر قلبی سے اطمینان اور سکون کی وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جسے قرآن کریم کی اصطلاح میں شرحِ صدر کہا جاتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ [الزمر ۳۹: ۲۲]

سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا وہ اپنے رب کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نور پر چل رہا ہے (کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کو شرحِ صدر نہ ہوا ہو؟) لہٰذا بڑی تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل (سخت) ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

شرحِ صدر کے مقابلے میں قلبِ انسانی کی دو کیفیتیں ہوتی ہیں: ایک ضیقِ صدر یعنی تنگ دل ہونا یا قلب و نگاہ کا تنگ ہونا اور دوسری قساوتِ قلب۔ ضیقِ صدر کی ابتدائی کیفیت میں اس بات کی گنجائش ہوتی ہے کہ حق کسی نہ کسی طرح اس کے دل میں نفوذ کر جائے اور اسے توبہ کی توفیق ہو جائے، لیکن جب ضیقِ صدر بڑھ کر انتہائی مرحلے میں داخل ہو جائے تب ہدایت کی توفیق مشکل سے ہوتی ہے:

وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ[الأنعام ٦: ١٢٥]

اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ ہو جائے اس کے سینے کو خوب تنگ کر دیتا ہے، گویا کہ وہ آسمان کو چڑھ رہا ہے۔

اس آیت میں ضیقِ صدر، شرحِ صدر کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے اور یہاں ضیقِ صدر کی انتہائی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

دوسری کیفیت قساوتِ قلب (سخت دل ہونا، یا دل کا پتھر ہونا) ہے۔ اوپر درج آیت میں شرحِ صدر بالمقابل قساوتِ قلب آیا ہے۔ قساوتِ قلب میں مبتلا شخص ایسی صریح گمراہی میں گرفتار ہوتا ہے جس سے نکلنے اور ہدایت پانے کے آثار کم ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو ہم نے آپؐ سے شرحِ صدر کا مطلب پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: جب نورِ ایمان انسان کے قلب میں داخل ہوتا ہے تو اس کا قلب وسیع ہو جاتا ہے (جس کی وجہ سے احکامِ الٰہیہ اور ان کی حکمتوں کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے)۔ ہم نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض کیا: یارسول اللہ! اس شرحِ صدر کی علامت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

الإنـابة إلى دار الخلود والتجافي عن دار الغرور والاستعداد للموت قبل نزوله۔

ہمیشہ باقی رہنے والے گھر (دارالخلود) کی طرف رغبت و استقامت اور اس فانی دنیا (دارالغرور) سے بے التفاتی اور موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔(۱)

شمس الائمہ سرخسیؒ سورۃ الزمر کی مذکورہ آیت قیاس کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ اہلِ ایمان کو چاہیے کہ وہ آیاتِ الٰہی میں غور وفکر کرتے رہا کریں۔قرآن حکیم میں بار بار اس کائنات میں اور خود اپنی ذات میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ آفاق و اَنفس دونوں میں بڑی نشانیاں ہیں، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ـ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ [الجاثیة ۴۵ : ۱۲-۱۳]

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں جہاز چلیں اور تم اس کا فضل (معاش) تلاش کرو اور تاکہ تم شکرگزار بنو، اور آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے۔ یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

سورۃ الروم کی ابتدائی اٹھائیس آیات کا مطالعہ کیجیے۔ان میں اللہ تعالیٰ نے انسان اور انسانوں کی معاشرتی زندگی، قوموں کے انجام، کائنات، اور مظاہر کائنات ،موت کے

۱۔ الجامع لأحکام القرآن ۲۱۶:۱۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد کی زندگی اور وحی الٰہی میں فکر و تدبر کی دعوت بہت پرزور اور مؤثر انداز میں دی ہے اور بار بار کہا ہے کہ ان میں غور و فکر کرنے والوں اور عقل سے کام لینے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔(۱)

شرحِ صدر جس کا مطلب وسعتِ قلبی ہے۔اس وسعتِ قلب ونظر سے انسان میں یہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی ذات،اپنی پیدائش اور ذات کے مختلف احوال میں غور وفکر کرکے اپنے آپ کو پہچان سکے، دن اوررات کی گردش ،چاند اورسورج اور سیاروں کی حرکت اور کائنات کے بے شمار احوال و امور میں سوچ بچار کر کے عبرت وسبق حاصل کرے، اس کائنات کی حقیقت جان کر خالقِ کائنات کو سمجھنے کی کوشش کرے ،آخرت کے امور کو جاننے اور اس دنیا میں صحیح زندگی گزارنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں غور وفکر کرے۔شمس الائمہ سرخسیؒ لکھتے ہیں کہ مومن جب غور وفکر کرتا ہے تو اس کے قلب پر بہت سی مخفی چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جس طرح آنکھ موجود چیز ہی کا دیکھ کر ادراک کرتی ہے، اسی طرح غور وفکر کے ذریعے قلب ان چیزوں کا ادراک کر لیتا ہے جو ظاہری نگاہوں سے غائب ہوتی ہیں ۔ جو لوگ تفکر و تدبر سے کام نہیں لیتے قرآنِ حکیم انہیں دل کا نابینا قرار دیتا ہے۔

> اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ [الحج ۲۲: ۴۶]
>
> کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی کہ ان کے دل ایسے ہوتے کہ سمجھ سکتے،یا کان ایسے ہوتے کہ ان سے سن سکتے ؟بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں میں موجود دل اندھے ہوتے ہیں۔

۱۔ دیکھیے:سورة الرّوم ۳۰: ۱۷تا ۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجتہد جسے آیاتِ الٰہیہ پر شرحِ صدر ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کے قلب ونظر میں بڑی وسعت پیدا ہوتی ہے، وہ جب مسائل و احوال میں غور وفکر کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ نورِ قلبی صراطِ مستقیم کی طرف اس کی رہنمائی کرتا ہے اور زیرِ غور مسئلے کے بے شمار مخفی پہلو اس پر اجاگر ہو جاتے ہیں۔ قیاس کی صورت میں مجتہد وہ تعلق اور ربط دریافت کرتا ہے جو نئے پیش آمدہ مسائل اور نصوصِ وحی کے درمیان موجود ہوتا ہے۔اس ربط اور تعلق کی وجہ سے اصل کا حکم فرع پر لگایا جاتا ہے اور فرع پر عمل اسی طرح باعثِ برکت اور اجر و ثواب ہوتا ہے جس طرح وحی حقیقی پر عمل باعثِ برکت وثواب ہوتا ہے۔ قیاس جلی کی مثال ایسی ہے جیسے نگاہوں سے مشاہدہ کہ اس سے اطمینانِ قلب حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اشباہ و نظائر کو ملحوظ رکھ کر جب قیاس کیا جاتا ہے تو اس سے بھی اطمینان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، لیکن مجتہد کو کبھی قیاسِ خفی کی طرف بھی رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی گم کردہ راہ کے راہی کو کوئی مخبر صادق اچھی طرح راستہ سمجھا دے، راستہ سمجھنے والے کو اس کی صداقت پر یقین ہو اور اس کے بتائے ہوئے نقشے کو اس نے اچھی طرح سمجھ لیا ہو تو اس سے اس کے قلب پر بھی اطمینان کی ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ پھر وہ جوں جوں اس کے بتائے ہوئے نقشے کے مطابق سفر طے کرتا ہے اور اسے اپنی منزل کے آثار نظر آنے لگتے ہیں تو اس کے یقین اور اطمینان کی کیفیت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ راہ بھٹکنے سے جو ضیقِ صدر ہوا تھا، اب منزل کے آثار و علامات کے مشاہدے سے انشراحِ صدر ہونے لگے گا۔ قلب کے مشاہدات بھی نگاہوں کے مشاہدات کی طرح ہوتے ہیں۔ نظری وفکری دلائل سے بھی طمانیتِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ پھر طمانیتِ قلب سے شرحِ صدر تک کا مرحلہ طے ہوتا ہے۔[1]

شرحِ صدر کی کیفیت کا اجتہاد کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ یہ کیفیت معلومات کی

۱۔ أصول السرخسي ۲: ۱۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسعت، معرفت اور علم کی گہرائی پر دلالت کرتی ہے۔ خاص طور پر اس کا اطلاق ان قلبی واردات پر ہوتا ہے جو کسی دقیق اور مشکل مسئلے کے متعلق قلب پر وارد ہوں اور قلب کو اس پر اطمینان حاصل ہو جائے۔ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے جب قرآن کریم کتابی شکل میں جمع کرنے کا مسئلے پیش کیا گیا تو ابتدا میں انہیں اس رائے سے اتفاق نہیں تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کے استدلال اور مسئلے پر غور وفکر کے نتیجے میں انہیں جو قلبی اطمینان حاصل ہوا، اسے انہوںؓ نے شرحِ صدر سے تعبیر کیا۔ فقہاء نے ان کے اس عمل کو اجتہاد سے تعبیر کیا ہے۔ بسا اوقات ایک مجتہد کو بھی اپنی قائم کردہ رائے پر مکمل طور پر اطمینانِ قلب حاصل ہو جاتا ہے، یہ اطمینان اور تسکینِ قلب ہی شرحِ صدر کہلاتا ہے۔

ماوردیؒ کے الفاظ **طلب الصواب بالأمارات الدالة عليه** یعنی حق اور صحیح بات کو دلائل و آثار سے پالینے(۱) کا مطلب یہی ہے۔ اس صورت میں مجتہد کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ انتہائی محنت اور غور وفکر کر کے آثار و علامات کو اجاگر کرتا ہے اور اپنے فہم و علم کے مطابق شریعت کا منشا واضح کرتا ہے۔ اس عمل کے ذریعے اگر مجتہد نے اصل اور فرع کے درمیان بہت گہرا ربط و تعلق دریافت کر لیا اور اس کے دلائل میں بھی وضاحت اور قوت پائی جاتی ہو تو اس سے شرحِ صدر بھی مکمل حاصل ہوگا۔ لیکن اگر اصل و فرع دونوں میں ربط تو معلوم ہو جائے مگر وہ زیادہ واضح نہ ہو اور مجتہد کے پاس دلیل تو ہو، اگرچہ وہ بہت قوی نہ ہو تو بھی اس سے اطمینان کا وہ درجہ ضرور حاصل ہو جاتا ہے جو عمل کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

سنّت میں قیاس کے نظائر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں میں بھی ہمیں قیاس کے نظائر ملتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

۱۔ ماوردی، أدب القاضي ۱:۴۹۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ محترمہ پر حج فرض ہو گیا تھا لیکن انہیں اس کی ادائیگی کا موقع نہیں مل سکا۔ کیا میں اپنی والدہ کی جانب سے حج کر سکتی ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

نعم حُجِّي عنها، أرأيتِ لو كان على أمكِ دَين أكنتِ قاضية؟

جی ہاں، آپ ان کی طرف سے حج کیجیے۔آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ کی والدہ محترمہ پر قرض ہوتا اور آپ اسے ادا کرتیں تو کیا وہ ادا نہ ہوتا؟

یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتِ حج کو قرض کی ادائیگی پر قیاس کیا۔

اسی طرح ایک جلیل القدر صحابیؓ نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا، پھر پریشانی ہوئی کہ کہیں اس عمل سے روزہ تو متاثر نہیں ہوا؟ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے گئے اور واقعہ بیان کر کے مسئلے دریافت کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أرأيت لو تمضمضت ماء وأنت صائم

آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ روزے کی حالت میں کلی کریں (تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟)

اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح کلی کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اسی طرح بوسہ لینے سے بھی نہیں ٹوٹتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ تعلیم یہ تھا کہ جن امور میں شریعت کا واضح حکم نہ ہو وہاں اپنا علم اور ذہانت استعمال کر کے قیاس سے مسائل کا حل دریافت کیا جا سکتا ہے۔ بسا اوقات آپؐ نے قیاس کے ذریعے اس طرح استدلال کی تعلیم فرمائی کہ مسئلے کا حکم بتا کر اس کی علّت بھی بتا دی۔ مثلاً آپؐ نے بلی کے جھوٹے کے بارے میں فرمایا کہ وہ ناپاک نہیں ہے۔آپ نے اس کی علّت یہ بتائی کہ:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إنها من الطوافين عليكم والطوافات

یہ جانور تو کثرت سے گھروں میں آتے جاتے رہتے ہیں۔

اگر اس کے جھوٹے کو حرام قرار دے دیا جائے تو لوگ مشکل میں پڑ جائیں گے۔

اب اگر کسی علاقے میں بلی کی طرح کسی اور جانور کا کثرت سے آنا جانا ہو تو اس کے جھوٹے پر بھی یہی حکم لگایا جائے گا۔ (۱) بشرطیکہ اس کی حرمت نص سے ثابت نہ ہو۔ مثلاً کتے کا جھوٹا ناپاک ہی رہے گا خواہ کسی علاقے میں ان کی کثرت ہی کیوں نہ ہو اور گھروں میں آتے جاتے ہی ہوں۔

قیاس عہدِ صحابہؓ میں

خلافت کا مسئلے طے کرنے کے لیے جب صحابہ کرامؓ سقیفۂ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے تو حضرت عمرؓ نے خلافت کے لیے حضرت ابوبکرؓ کا نام تجویز کرتے ہوئے قیاسی استدلال پیش کیا۔ قیاس یہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ وہ شخصیت ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دینی امور میں اعتماد فرماتے ہوئے قیادت ان کے سپرد کر دی۔ لہٰذا کیوں نہ ہم اپنے دنیوی معاملات کی قیادت بھی ان کے سپرد کر دیں۔ اس موقع پر یہ استدلال حضرت عمرؓ نے ایک اور انداز سے بھی پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ وہ مسلّمہ اور قابلِ اعتماد شخصیت ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ مسلمہ کی امامت کے لیے اس مصلّٰی پر کھڑا کیا ہے۔ اب بھلا کون یہ اختیار رکھتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو اس مقام سے ہٹائے۔ حضرت عمرؓ کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ اگر کسی اور کو خلیفہ مقرر کر لیا جائے تو امامت کے فرائض انجام دینا تو خلیفۂ وقت کا حق ہے۔ اس صورت میں یہ فرائض مقرر شدہ خلیفہ انجام دے گا، نہ کہ حضرت ابوبکرؓ۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ابو بکرؓ کو جو منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں عطا کیا تھا،

۱۔ أصول السرخسي ۲:۱۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں اس منصب سے ہٹا دیا جائے۔ یہ استدلال بڑا مضبوط تھا۔ صحابہ کرامؓ نے اس استدلال میں مضمر حقیقت کو پا لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو منصب امامت پر فائز کر کے یہ اشارہ دیا ہے کہ امت انہیں منصب خلافت کے لیے بھی منتخب کر لے، آپ موزوں ترین فرد ہیں جن پر ہر لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل اعتماد تھا۔(۱)

حضرت علیؓ کی اجتہادی آراء میں بھی قیاس کی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً آپ نے شراب نوشی کی سزا تجویز کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی سزا قذف کی سزا کے برابر ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ انسان جب شراب نوشی کرتا ہے تو اس پر نشہ طاری ہو جاتا ہے۔ پھر وہ نشے کی حالت میں اول فول باتیں کرتا ہے اور تہمت لگاتا ہے، شریعت نے تہمت پر اسّی کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے، لہٰذا شراب نوشی کو قذف پر قیاس کرتے ہوئے اس کی سزا بھی اسّی کوڑے مقرر کی جاسکتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے شراب نوشی کی سزا اسّی دُرّے مقرر کر دی۔(۲)

حضرت عائشہؓ کو بچپن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپؐ سے استفادۂ علم کا شرف حاصل رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت نے آپؓ میں ذہانت اور رائے کو استعمال کرنے کی بے پناہ صلاحیت پیدا کر دی تھی۔ حضرت عائشہؓ کی فقہی آراء میں قیاسی استدلال کی بہت عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت ابوہریرہؓ کی رائے تھی کہ جو شخص مردے کو غسل دیتا ہے اس پر غسل ضروری ہو جاتا ہے اور جو جنازے کی چارپائی اٹھاتا ہے اس پر وضو لازم ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے یہ سنا تو فرمایا: أوَ ینجس مَوتی المسلمین؟ وما علی رجل لو حمل عودا ۔ یعنی کیا مسلمان مردہ بھی بھلا ناپاک ہوتا ہے؟ اور اگر کوئی خوشبو دار لکڑی کو اٹھاتا ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ چوں کہ یہ دونوں باتیں قیاس کے خلاف تھیں اس لیے حضرت عائشہؓ نے دونوں کو رد کر دیا۔(۳)

۱۔ تاریخ الأمم والملوک ۳:۲۰۲

۲۔ المبسوط، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۱۹۸۷ء، ص۲۲: ۳۲

۳۔ سیرت عائشہؓ ص ۲۰۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہاء کے ہاں قیاس کا مقام اور قیاسی استنباط

دوسری اور تیسری صدی ہجری کے فقہاء نے قیاس کو زیادہ علمی اور منضبط انداز میں پیش کیا اور اس کی حدود و قیود متعین کیں۔ خاص طور پر علّت اور اس کو دریافت کرنے کے طرق پر منطقی انداز سے جو بحث ہوئی ہے ،اس کی وجہ سے قیاس کا اسلوب فنی اور علمی اعتبار سے خوب واضح ہوگیا اور اس کو استدلال و استنباط کے ایک اہم اصول کے طور پر قبول نہ کرنے کی گنجائش نہیں رہی۔ قیاس کو ایک اسلوب کے طور پر تقریباً تمام فقہی مکاتب فکر نے قبول کیا ہے۔

فقہائے احناف قیاس سے اُس وقت کام لیتے ہیں جب کسی مسئلے میں قرآن و سنّت خاموش ہوں ۔امام ابوحنیفہؒ تو صحابہ کرامؓ کی رائے اور فتاویٰ کو بھی اپنے قیاس پر ترجیح دیتے تھے، اس لیے کہ صحابہ کرامؓ مکتبِ رسالت کے براہ راست تربیت یافتہ تھے۔ اُن کو دین کا فہم حاصل تھا اور ان کا فہم دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی قابل اعتماد تھا۔ اس لیے امام ابوحنیفہؒ اور بعد والوں کے لیے صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ اور متفقہ آراء حجت ہیں۔ قیاس کے موضوع پر فخر الاسلام بزدویؒ (م ۴۸۲ھ) نے بہت علمی انداز میں بحث کی ہے، مثلاً قیاس کی تفسیر وتشریح، اُس کی شرائط و ارکان ،قیاس کا حکم اور اقسام وغیرہ۔(۱)

شمس الائمہ سرخسیؒ (م ۴۹۰ھ) نے منکرینِ قیاس پر بہت مدلل انداز میں گرفت کی ہے اور قیاس کو عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کر کے بتایا ہے کہ مشترک علّت کی بنا پر نص میں مذکور مسئلے کا حکم فرع پر نافذ کیا جاسکتا ہے ۔اس لیے کہ صحابہ کرامؓ ، تابعینؒ اور ان کے بعد ائمہ وفقہاء نے قیاس کو استدلال و استنباطِ احکام کے لیے بطورِ دلیل استعمال کیا ہے۔(۲)

۱۔ كنز الوصول إلى معرفة الأصول ص ۲۴۸۔۲۷۵

۲۔ أصول السرخسي ۲: ۱۱۸۔۲۱۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) نے بھی قیاس کو اِستدلال و استنباطِ احکام کے لیے استعمال کیا ہے۔ آپ کی کتابوں المؤطا اور المدونۃ الکبریٰ میں قیاس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک قیاس کے لیے نصوص میں محض اشباہ و نظائر کا ہونا کافی ہے۔ ایک مرتبہ امام مالکؒ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر کوئی خاتون اپنے ایامِ حیض مکمل کر لے لیکن اسے غسل کے لیے پانی میسر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ امام مالکؒ نے فرمایا: اسے تیمّم کر لینا چاہیے، اس لیے کہ یہ خاتون اُس مرد کی طرح ہے جو جنبی ہو اور اسے پانی میسر نہ ہو۔ مردوں کے لیے تیمّم کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے(۱)۔ یوں امام مالکؒ نے حائضہ خاتون کی حالت کو جنبی مرد کی حالت پر قیاس کرتے ہوئے تیمّم کا حکم دیا۔(۲)

اِمام مالکؒ سنّت میں مذکور اَحکام کو بھی بطورِ نظائر پیشِ نظر رکھ کر قیاس کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ الموطأ میں حضرت فاطمہ بنت اَبی حُبَیش کا واقعہ نقل کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کیا کروں؟ مجھے تو مسلسل خون آرہا ہے، بند ہی نہیں ہوتا۔ میں نمازوں کا کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے متعین ایام کا وقت شروع ہو جائے تو ان دنوں میں تم نماز ترک کر دو اور جب وہ مقررہ ایام گزر جائیں تو پھر غسل کر کے نمازیں پڑھ لیا کرو، البتہ ہر نماز کے لیے وضو کرنا ضروری ہوگا۔ اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایسی خاتون کے ایام حیض گزرنے پر جب اسے نماز پڑھنے کی اجازت مل گئی ہے تو اس کے شوہر کو بھی اجازت ہے کہ وہ اس کے ساتھ مجامعت کر سکتا ہے۔(۳)

۱۔ دیکھیے سورۃ النساء ۴:۴۳؛ سورۃ المائدۃ ۵:۶

۲۔ المؤطا ص۲۲؛ تنویر الحوالک ۱:۶۰

۳۔ المؤطا ص۲۳؛ تنویر الحوالک ۱:۶۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِمام مالکؒ معدنیات کو زراعت پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح فصل کٹنے پرزراعت پر زکوٰۃ لازم ہوتی ہے اسی طرح کان (Mine) سے نکلنے والی معدنیات پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اس کے لیے مکمل سال گزرنا شرط نہیں بلکہ جس طرح زراعت میں ہر فصل پر زکوٰۃ ضروری ہے، اسی طرح کان سے بھی جتنی مرتبہ معدنیات نکالی جائیں گی اتنی مرتبہ ان پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔(۱)

٭ ابوالولید سلیمان الباجیؒ (م ۴۵۰ھ) مالکی اصولِ فقہ کو منضبط کرنے والے متقدمین علماء میں نمایاں فقیہ ہیں۔ انہوں نے اصولِ فقہ میں قیاس کو ایک اصول کے طور پر بیان کیا ہے: **ومذهب مالك القول بالقياس** ''امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ قیاس کی بنیاد پر مسئلے کو حل کیا جاسکتا ہے''(۲)۔ بلکہ اُن کا کہنا ہے کہ قیاس کے ذریعے استدلال اور استنباطِ احکام کے جواز پر نہ صرف کتاب وسنّت سے دلائل ملتے ہیں بلکہ اس کی حجیت پر اہلِ علم کا اجماع بھی ہے۔(۳)

امام شافعیؒ (م ۲۰۵ھ) نے قیاس کو ایک اہم اجتہادی اسلوب کے طور پر متعارف کرایا ہے مگر وہ اجتہاد کے بارے میں بہت محتاط رویہ اختیار کرتے ہیں۔ دراصل امام شافعیؒ اجتہاد بالرائے کے اس پہلو کو نظر انداز نہیں کرتے کہ کچھ حضرات اجتہاد بالرائے کے ذریعے دین سے انحراف کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں، اس لیے وہ بہت محتاط انداز اختیار کرتے ہیں۔ چوں کہ قیاس اجتہاد کا ایک مستحکم اسلوب ہے اور اس میں انحراف کے امکانات بہت کم ہیں اس لیے وہ قیاس پر خاص توجہ دیتے ہیں۔

امام شافعیؒ کی کتاب **الرسالة** کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محتاط رویے کے باوجود

۱۔ تنویر الحوالک ۱: ۱۹۱۔۱۹۰

۲۔ الإشارة في أصول الفقه ص۱۷۲

۳۔ ایضاً ص۱۸۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعیؒ کے نزدیک قیاس کا مفہوم خاصا وسیع ہے۔ان کے نزدیک نصوص میں موجود نظائر اور ظاہری امثال سامنے رکھ کر غیر منصوص کا حکم بذریعۂ قیاس دریافت کیا جاسکتا ہے۔ تمام بڑے فقہاء کی یہی فکر رہی ہے۔ اس کے بغیر فقہ و قانون کا ارتقا اور اسے ہر دور میں قابلِ عمل بنائے رکھنا ممکن نہیں۔ (۱)

ہمارے فقہاء ایک دوسرے کی تحریروں اور آراء سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔اس لیے بعد میں اصولِ قیاس پر جو فنی بحثیں ہوئیں اور جو شرائط واقسام بیان کی گئیں ہیں، ان سے تمام مکاتبِ فقہ کے اہلِ علم بلا کسی تفریق کے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ نتیجتاً مختلف مکاتبِ فقہ میں بہت سی باتوں پر ہم آہنگی ہوتی چلی گئی۔ چناں چہ بعد کے فقہائے احناف اور فقہائے شافعیہ میں اس بات پر اتفاق ہے کہ قیاس کے ذریعے استدلال اُس وقت صحیح قرار پائے گا جب قیاس کے چاروں ارکان موجود ہوں، یعنی اصل،فرع، علّت اور حکم۔ ماوردیؒ (م ۴۵۰ ھ) نے قیاس کی جو تعریف کی ہے وہ ان چاروں اَرکان پر محیط ہے: **القیاس هو الجمع بين الفرع و الأصل لاشتراكهما في علة الأصل** یعنی قیاس کا مفہوم یہ ہے کہ فرع اور اصل کو ایک ہی حکم کے تحت رکھا جائے،اس لیے کہ اصل میں پائی جانے والی علّت فرع میں بھی موجود ہے، لہٰذا جو حکم اصل کا ہوگا وہی حکم فرع کا بھی قرار پائے گا۔(۲)

امام الحرمین جُوینیؒ (م ۴۷۸ھ) نے قیاس کی بحث کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ منکرین قیاس کا رد کرتے ہوئے عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ قیاس کی حجیت اور اس کے ذریعے شرعی حکم کے اثبات پر روشنی ڈالتے ہیں(۳)۔ قیاس کے موضوع پر یہ بحث ایک سو اٹھاون صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ (م ۵۰۵ ھ) اور سیف الدین آمدیؒ (م ۶۳۱ ھ) شافعی

۱۔ الرسالة ص ۴۷۶-۴۸۴

۲۔ أدب القاضي ۱: ۴۹۰

۳۔ البرهان في أصول الفقه ۲: ۳-۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتب کے وہ فقہاء ہیں جنہوں نے اصولِ فقہ کو بامِ عروج پر پہنچایا۔ قیاس کے موضوع پر ان کے نقطہ نگاہ میں اور حنفی نقطہ نگاہ میں زیادہ اختلاف نہیں ہے۔(۱)

حنبلی فقہاء میں فقہ اور اصولِ فقہ کو علمی انداز سے مدوّن کرنے کا سہرا ابن قدامہؒ کے سر ہے۔ انہوں نے روضة الناظر وجنة المناظر کے نام سے کتاب مرتب کی جو حنبلی اصولِ فقہ میں امہاتِ کتب میں شمار ہوتی ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں قیاس پر تفصیل سے بحث کی ہے اور قیاس کو اجتہاد کے ایک اہم اسلوب کے طور پر تسلیم کیا ہے۔(۲) ابن قدامہؒ کے بعد امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) اور حافظ ابن قیمؒ (م۷۵۱ھ) نے فقہ حنبلی کے ارتقا میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ دونوں نامور فقہاء قیاس کو دلیلِ شرعی کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔

۳۔ اجتہاد میں استدلال کا مقام

مفہوم: فقہِ اسلامی میں استدلال بھی اجتہاد کا ایک اہم منہج اور اسلوب ہے جو اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے۔ اس میں عقل و تجربہ کے ذریعے استنباط کے بے شمار طریقے شامل ہیں۔ معلوم قضایا کے ذریعے نامعلوم کو دریافت کرنے کی کوشش یا بعض چیزوں کے مشاہدہ اور مطالعے کے ذریعے کوئی ایسا نتیجہ اخذ کرنا جو پہلے سے معلوم نہ ہو وغیرہ۔ بسا اوقات کچھ قواعد و کلیات طے کر لیے جاتے ہیں پھر ان کو بنیاد بنا کر استدلال کیا جاتا ہے، مثلاً ایک قاعدہ ہے کہ مفید اور نفع مند اشیاء میں اصل اباحت ہے اور نقصان دہ یا ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔ یہ قاعدہ قرآن حکیم کی اس آیتِ مبارکہ سے ماخوذ ہے: ﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّافِى الْاَرْضِ جَمِيْعاً﴾ [البقرة ۲: ۲۹] وہی تو ہے جس نے

۱۔ المستصفى من علم الأصول، قیاس کے لیے دیکھیے ج ۲؛ آمدی، الإحكام في أصول الأحكام، قیاس کے لیے دیکھیے: ج ۳

۲۔ دیکھیے :نزهة الخاطر شرح روضة الناظر، باب القياس ج ۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام وہ چیزیں جو زمین میں موجود ہیں تمہارے لیے پیدا کیں۔ ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ [الاعراف ۷: ۱۵۷]. پاکیزہ اور اچھی چیزیں ان کے لیے حلال قرار دیتے ہیں اور بری و ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ [الاعراف۷: ۳۲]۔ پوچھیے تو سہی کہ بھلا کون ان پاکیزہ چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ اصول ان احکام و مسائل میں کارآمد ہوتا ہے جہاں قرآن و سنّت خاموش ہوں اور کوئی اجماعی فیصلہ موجود نہ ہو۔

استدلال کے طریقے: استدلال کے چند اہم طریقے مندرجہ ذیل ہیں:

دو حکموں کے مابین تلازم: استدلال کا ایک طریقہ التلازم بین الحکمین یعنی دو حکموں کو ایک دوسرے کے ساتھ بغیر کسی علت کی تعیین کے لازم کرنا ہے۔اس کی مختلف اور متعدد صورتیں ہوتی ہیں جن میں منطقی استدلال کی صورتیں بھی شامل ہیں۔ فقہاء نے منطقی استدلال کو فقہی احکام کے استنباط کے لیے استعمال کیا ہے۔شرعاً عقلی استدلال سے فقہی مسائل کے حل میں کوئی حرج نہیں بلکہ جہاں نص خاموش ہو وہاں عقل، غور و فکر اور علم و تجربہ سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔

استقراء: یہ بھی استدلال کی ایک قسم ہے۔ اس صورت میں جزئیات کا بغور مطالعہ و مشاہدہ کیا جاتا ہے پھر ان کی بنیاد پر کوئی کلی حکم یا قاعدہ ثابت کیا جاتا ہے۔ اپنے علم، تجربہ اور عقلی صلاحیتیں کام میں لا کر دنیوی معاملات میں کچھ اصول وضع کر لینا انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ شریعت اس فطری صلاحیت کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی بلکہ ان صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور ان کے ذریعے مسائل کے حل پر آمادہ کرتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔استصحاب حال کی اہمیت

اس اصول کے تحت جو مسئلہ دلیل کے ساتھ ماضی میں ثابت ہو چکا ہو وہ محض شک کی وجہ سے تبدیل نہیں ہو جائے گا بلکہ ماضی میں جو حکم ثابت تھا وہی حکم اب حال میں بھی برقرار رکھا جائے گا تاوقتیکہ یہ حالت تبدیل ہونے کی کوئی دلیل موجود نہ ہو، مثلاً اگر کوئی شخص ایک عرصے سے کسی مکان میں بطور کرایہ دار رہ رہا ہے۔ وہ ایک روز یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس مکان کا مالک ہے تو اس کا یہ دعویٰ بغیر کسی معقول دلیل کے تسلیم نہیں کیا جائے گا بلکہ پہلے سے ثابت شدہ حقیقت ہی کو برقرار رکھا جائے گا۔ اس کی کرایہ دار والی حیثیت جو ماضی میں ثابت تھی وہ اب بھی باقی رہے گی۔ اگر کسی شخص نے وضو کیا تھا اور اسے علم ہے کہ وہ باوضو گھر سے نکلا تھا۔ پھر شک ہو گیا کہ کہیں وضو ٹوٹ تو نہیں گیا تو محض شک کی وجہ سے اصل حقیقت تبدیل نہیں ہوگی۔ ایسے فرد کو باوضو تصور کیا جائے گا۔ عہدِ رسالت میں بھی استصحاب پر عمل ہوتا رہا ہے۔ ایک شخص کے بارے بتایا گیا کہ اسے نماز کی حالت میں شبہ ہو جاتا ہے کہ اس کا وضو باقی ہے یا نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص اس وقت تک نماز نہ توڑے جب تک اسے ہوا خارج ہونے کی آواز سنائی نہ دے یا بدبو نہ محسوس ہو۔ (۱)

مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء استصحاب کو مطلق حجت مانتے ہیں۔ اس کے ذریعے احکام ثابت بھی ہوتے ہیں اور ان کی نفی بھی ہوتی ہے۔ البتہ احناف کے ہاں اس کا دائرہ محدود ہے۔ ان کے نزدیک حقوق کے اثبات میں استصحاب حجت نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس اصول کے ذریعے کسی کا دعویٰ ختم تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس کا حق ثابت نہیں کیا جا سکتا، مثلاً مفقود الخبر کا مال بطورِ ترکہ وارثوں میں تقسیم نہیں

۱۔ الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب لا یتوضأ من الشک حتی یتیقن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے گا۔ اسے زندہ ہی تصور کیا جائے گا جب تک اس کی موت کا ثبوت نہ مل جائے، نہ ہی مفقود الخبر کو اس کے غائب ہونے کے عرصے میں اپنے کسی رشتہ دار کی موت پر ترکہ میں سے حصہ دیا جائے گا۔ (۱)

استدلال کی یہ چند صورتیں ذکر کی گئی ہیں ورنہ اس میں اس قدر وسعت ہے کہ عقلی اور منطقی استدلال کی ہر ممکن صورت اختیار کی جاسکتی ہے۔ آئندہ بھی ان کے ذریعے جو احکام و مسائل مستنبط ہوں گے وہ سب منہج استدلال میں شامل ہوں گے۔ مجتہد کی ایسی تمام کاوشیں فقہ اسلامی کا سرمایہ قرار پائیں گی۔

دورِ جدید میں اسالیبِ اجتہاد کی افادیت

اجتہاد کے جن مناہج و اسالیب پر یہاں بحث کی گئی ہے، یہ فقہاء کے ہاں صدیوں سے استدلال و استنباط کے مناہج کے طور پر استعمال ہوتے رہے ہیں۔ ان کی افادیت آج کے دور میں اسی طرح باقی ہے جس طرح ماضی میں تھی۔ آج کے زمانے میں اجتہاد کی ضرورت، اہمیت اور افادیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن اس بات سے بھی کوئی ذی ہوش انکار نہیں کرسکتا کہ اجتہاد وہی لوگ کر سکتے ہیں جو واقعتاً اجتہاد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، قانونی مسائل کو سمجھتے ہوں، اس کے مآخذ و مصادر پر ان کی نظر ہو، اجتہاد کے اسالیب و مناہج پر ان کو قدرت ہو، فقہی و قانونی ادب کا سرمایہ ان کی نظر میں ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی عملی زندگی دین کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ ایسے اہلِ علم کا یہ فرض ہے کہ وہ امتِ مسلمہ کی رہنمائی کرتے رہیں، البتہ اجتہاد اور آزادی رائے کے پردے میں دین کی بنیادوں کو منہدم کرنے یا اس کی روح اور حقیقت کو تبدیل کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

موجودہ دور میں ترقی اور ایجادات کی رفتار بہت تیز ہے۔ ذرائع ابلاغ اور رسل و

۱۔ الفصول في الأصول ۴: ۳۱۸۔۳۱۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسائل کی تیز رفتاری نے جہاں سہولتیں پیدا کی ہیں وہاں مسائل کو بھی جنم دیا ہے۔ مسائل ہر دور اور ہر زمانے میں پیدا ہوتے ہیں۔ جب مسائل پیدا ہوتے ہیں تب ہی ان کا حل بھی سامنے آتا ہے، اس لیے مسائل سے کبھی نہیں گھبرانا چاہیے۔ پریشانی تو اس وقت ہوتی ہے جب مشکلات اور مسائل تو درپیش ہوں لیکن ان کا مقابلہ کرنے اور ان کو حل کرنے کے لیے کوئی راستہ نہ ہو اور نہ کوئی معقول و مناسب جدوجہد کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بنیادی مآخذ کے طور پر ہمارے پاس موجود ہیں۔ اگر ان میں صریح حکم موجود ہے تو اس پر عمل ضروری ہے۔ اگر صریح حکم موجود نہیں تو یہ دیکھنا ہوگا کہ کہیں دلالتاً، اشارتاً یا اقتضاءً مسئلے کا کوئی حکم ملتا ہے؟ اگر ملتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائے گا۔ یقینی بات ہے کہ کلامِ الٰہی کی دلالات کو سمجھنے کے لیے قرآن حکیم اور عربی زبان کے اسلوب کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ اگر یہاں بھی مسئلے کا حل نہ ملے تو پھر اجتہاد کے ان اسالیب و مناہج کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا جاسکتا ہے۔ اہلِ اجتہاد کا یہ فرض ہے اور انہیں یہ فریضہ انجام دیتے رہنا چاہیے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

[العنکبوت ۲۹: ۶۹]

جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں ہم یقیناً انہیں اپنے تک پہنچنے کی راہیں سمجھا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو یقیناً بھلائی کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نتائج بحث

۱۔ عہد رسالت اور صحابہ کرامؓ کے دور میں اجتہاد کے مفہوم میں بڑی وسعت تھی اور یہ تمام شعبہ ہائے زندگی پر محیط تھا۔

۲۔ مناہج و اسالیبِ اجتہاد میں سب سے مستحکم اور مضبوط اسلوب قیاس ہے جس میں اصل اور فرع کے مابین اشتراکِ علت کی بنا پر اصل کا حکم فرع پر نافذ کردیا جاتا ہے۔

۳۔ شرحِ صدر جو قلبِ انسانی کی وسعت ،طمانینت اور سکون کا نام ہے ، کا اجتہاد کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ شرحِ صدر سے ایک مجتہد ان امور کا ادراک کر لیتا ہے جو ظاہری نگاہوں سے مستور ہوتے ہیں۔

۴۔ اجتہاد کا ایک اہم ماخذ استحسان ہے جس نے اجتہاد کا دائرہ وسیع کردیا ہے۔ اس کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ لوگوں کے لیے اجتماعی امور میں سہولت پیدا کی جائے اور مشکلات و دشواریوں کو دور کیا جائے۔

۵۔ مصلحت مرسلہ کے اصول میں انسانی مصلحت اور ضرورت کے تحفظ کو بنیاد بنا کر اجتہاد کیا جاتا ہے اور مصالح عامہ اور منشائے شریعت دونوں میں توافق قائم رکھتے ہوئے انسانی مسائل کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

۶۔ استدلال بھی ایک اہم اسلوبِ اجتہاد ہے۔اس میں عقل و تجربہ کے ذریعے متعدد طریقوں سے احکام کا استنباط کیا جاتا ہے، مثلاً دو حکموں کے مابین تلازم، استقرا اور استصحابِ حال وغیرہ۔

۷۔ اعلیٰ مقاصد تک پہنچانے یا ان کے حصول میں ممد و معاون ذرائع اور وسائل کا اختیار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا، یا نئے ذرائع پیدا کرنا بھی اسالیب اجتہاد میں سے ہے۔جو وسائل اعلیٰ مقاصد کے بجائے مفاسد تک پہنچاتے ہوں ان کی روک تھام بھی اجتہاد کا ایک اسلوب ہے۔ یہ دونوں طریقے بالترتیب فتح الذرائع اور سدّ الذرائع کہلاتے ہیں۔

۸۔ اسالیبِ اجتہاد میں ایک اہم سلوب عرف و رواج کا اعتبار ہے۔اجتہاد کے عمل میں ایسے عرف و رواج کا اعتبار کیا جائے گا جو نصوصِ شرعیہ کے خلاف نہ ہو،جو معاشرے میں غالب اور عام ہو اور جس کا لحاظ رکھنا ضروری ہو۔

۹۔ اجتہاد کا ایک اہم اسلوب مشاورت ہے۔ امت مسلمہ کے اجتماعی امور میں ہمیشہ مشاورت سے اجتہاد ہوتا رہا ہے۔عہد رسالت اور عہدِ صحابہ کرامؓ میں اس کی روشن مثالیں موجود ہیں۔

۱۰۔ اجماع بھی اجتہاد کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے،جس پر عہدِ رسالت سے عمل کیا گیا ہے۔اجتماعی مشاورتی اجتہاد کی متفقہ شکل اجماع ہے۔

۱۱۔ نئے مسائل کے پیش آنے پر گھبرانے کے بجائے کتاب و سنت سے رہنمائی لینا چاہیے۔ اگر وہاں سے صریح حکم نہ ملے تو پھر اجتہاد کے ان مناہج واسالیب کو سامنے رکھ کر اجتہاد کرنا مجتہدینِ امت کی ذمہ داری ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

- آمدی، الإحکام في أصول الأحکام ، المکتب الإسلامي ، بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ابن الاثیر، أسد الغابة، المکتبة الإسلامیة، ۱۲۸۶ھ
- ابن نجیم ،الأشباہ و النظائر، مکتبہ نزار، ریاض، ۱۹۹۷ء/ ۱۴۱۸ھ
- ابن قیمؒ، إعلام الموقعین، دارالفکر، بیروت، سال اشاعت ندارد
- ابن کثیرؒ، تفسیر القرآن العظیم ،دار النھضة، بیروت ،۱۹۹۶ء/ ۱۳۱۷ھ
- ابوداؤد، السنن، فرید بک سٹال، اردو بازار، لاہور، ۱۹۵۸ء
- ابو زہرہ، أصول الفقہ، دارالفکر ،قاہرہ ، سال اشاعت ندارد
- احمد بن علی البغدادی، الوصول إلی الأصول، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۹۸۴ء/ ۱۴۰۴ھ
- اصلاحی، امین احسن، Islamic Law: Concept and Codification، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1979ء
- الباجی، الإشارة في أصول الفقه، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمہ، ۱۹۹۷ء
- بزدوی علی بن محمد، کنز الوصول إلی معرفة الأصول، نور محمد، کارخانہ تجارت کتب، کراچی ،سال اشاعت ندارد
- جصاص، ابوبکر، الفصول في الأصول، دارالکتب العلمیہ ،بیروت، ۲۰۰۰ء/ ۱۴۲۰ھ
- جوینی، البرھان في أصول الفقه، تحقیق صلاح بن محمد ،دارالکتب العلمیہ ،بیروت، ۱۹۹۷ء
- حاکم نیشاپوری، المستدرک، دارالکتاب العربي، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- حاکم نیشاپوری، کتاب معرفة الصحابة، ،دارالکتاب العربی بیروت، لبنان، سال اشاعت ندارد
- خزاعی، ابوالحسن علی بن محمد، تخریج الدلالات السمعیة، المجلس الأعلیٰ للشؤون الإسلامیة، القاہرہ، ۱۹۸۰ء/ ۱۴۰۱ھ
- دارمی ، السنن ،دارالکتب العلمیہ ، بیروت ،سال اشاعت ندارد
- زیدان، عبدالکریم، الوجیز في أصول الفقه، دارنشر الکتب الاسلامیة، لاہور۔
- سرخسیؒ، أصول السرخسي، مکتبة المدینة، لاہور، ۱۹۸۱/ ۱۴۰۱ھ
- السوسوة، الدکتور عبدالمجید محمد، دراسات في الإجتهاد و فهم النص، (دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء
- سیوطی، شرح تنویر الحوالک، مصطفیٰ البابی، قاہرہ، ۱۹۵۱ء
- شاطبی، الموافقات في أصول الشریعة، دارالکتب العلمیة، بیروت، سال اشاعت ندارد
- شلبی، محمد مصطفیٰ، أصول الفقه الإسلامي، دارالنهضة العربیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء
- شافعیؒ، محمد بن ادریس، الرسالة، تحقیق: احمد شاکر، مصطفیٰ البابی، قاہرہ، ۱۹۴۰ء
- شیبانی، محمد بن الحسن، الأصل، دائرہ معارف النعمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۹۶۶ء/ ۱۳۸۶ھ
- طبری، محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوک، تحقیق: ابوالفضل، دارالمعارف، قاہرہ ۱۹۶۱ء
- عبدالقادر بن احمد مصطفیٰ بدران الدمشقی، نزهة الخاطر شرح روضة الناظر، دارالفکر العربی، بیروت
- عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ،
- عزالدین، قواعد الأحکام في مصالح الأنام، دارالکتب العلمیة، بیردت، سال اشاعت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- غزالی، المستصفیٰ من علم الأصول ، المطبعة الأميرية، بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ
- فاورقی، محمد یوسف، Development Of Usul-al Fiqh، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ، اسلام آباد۔
- فہمی، احمد، مجموعة رسائل ابن عابدين ،مطبعة الأزهر، ۱۹۴۲ء
- قرافی، احمد بن ادریس، نفائس الأصول في شرح المحصول، دار الكتب العلمية، بیروت ، ۲۰۰۰ء/۱۴۲۱ھ
- قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، دار الکتاب العربی، بیروت، ۲۰۰۰ء/۱۴۲۱ھ
- کاسانی ، بدائع الصنائع، سعید کمپنی ، کراچی، ۱۴۰۰ھ
- کتانی، عبدالحی، حسن جنا، التراتيب الإدارية، بیروت ، سال اشاعت ندارد
- مالکؒ، المؤطا، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند، سال اشاعت ندارد
- ماوردی، أدب القاضي، تحقیق: محی ہلال السرحان ، مطبعۃ الارشاد، بغداد ، ۱۹۷۱ء،
- ماوردی، الأحكام السلطانية، دارالفکر ، بیروت، سال اشاعت ندارد
- محمد حمید اللہ، الوثائق السياسية، دارالنفائس، بیروت ، ۱۹۸۳ء/۱۴۰۴ھ
- مناظر احسن گیلانی، مقدمه تدوين فقه، مکتبہ رشیدیہ، لاہور ۱۹۷۶ء
- نادیہ شریف العمری، اجتہاد الرسول، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء
- ندوی، سید سلیمان ، سیرت عائشہؓ، اعظم گڑھ، ۱۹۷۷ء
- وہبہ زحیلی ، أصول الفقه الإسلامي، دارالفکر المعاصر، بیروت ، ۱۹۸۶ء/۱۴۰۶ھ
- ڈاکٹر یوسف القرضاوی، الاجتهاد في الشريعة الإسلامية، دارالقلم، کویت، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب برائے مزید مطالعہ

۱۔ مولانا مناظر احسن گیلانی، مقدمہ تدوین فقہ، مکتبہ رشیدیہ، لاہور۔

۲۔ محمد تقی امینی، اجتہاد، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

۳۔ محمد تقی امینی، فقہ اِسلامی کا تاریخی پس منظر، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور۔

۴۔ مولانا مجیب اللہ ندوی، اجتہاد اور تبدیلیٔ احکام، دیال سنگھ لائبریری، لاہور۔

۵۔ محمد حنیف ندوی، مسئلہ اجتہاد، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور۔

۶۔ محمد عبیداللہ الاسعدی، أصول الفقہ مجلس نشریات اسلام، کراچی۔

۷۔ محمود احمد غازی، محاضراتِ فقہ، الفیصل ناشران کتب، لاہور

۸۔ ابوعمار زاہد الراشدی، عصر حاضر میں اجتہاد: چند فکری و عملی مباحث
الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ ۲۰۰۸ء۔

☆☆☆☆☆

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرہنگِ مصطلحات

اجارہ: معاوضہ کا حامل ایسا عقد ہے، جس میں عوض لے کر منفعت کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔

اجتہاد: اجتہاد اس مقدور بھر کوشش کا نام ہے جو مجتہد کسی امرِ شرعی کے بارے میں رائے قائم کرنے میں صرف کرتا ہے کہ اس سے زیادہ محنت اس کے بس میں نہ ہو۔

اجماع: امت محمدیہ کے کسی زمانے کے تمام اہل حل وعقد کا پیش آمدہ مسائل میں سے کسی مسئلے کے حکم پر اتفاق کر لینا اجماع کہلاتا ہے۔

استحسان: ظاہری قیاس کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کرنا جو عام لوگوں کے لیے مفید ہو۔

استدلال: ایک یا چند معلوم شدہ باتوں کے ذریعے ایسی بات اور نتیجہ معلوم کرنا جو پہلے سے معلوم نہ ہو۔

استصحاب: ماضی میں کسی چیز کی حالت کو حال کے زمانے میں جاری رکھنا، جب تک کہ اس حالت کو تبدیل کرنے کی کوئی دلیل نہ پائی جائے۔

استصلاح: مصلحت چاہنا، اس سے مراد کسی منفعت کا حصول یا کسی نقصان کو دور کرنا ہے۔

استصناع: کسی کاریگر یا کارخانے سے آرڈر پر کوئی چیز بنوانے کا عقد کرنا۔

استقراء: اس صورت میں جزئیات کا بغور مطالعہ و مشاہدہ کیا جاتا ہے پھر ان کی بنیاد پر کوئی کلی حکم یا قاعدہ ثابت کیا جاتا ہے۔

استنباط: محنت وتحقیق کے ساتھ کسی چیز کو دریافت کرنا۔

اصل: وہ چیز جس کا حکم صراحتاً نصوص میں مذکور ہو۔

اصول فقہ: اصول فقہ سے وہ قواعد مراد ہیں جن میں بحث، ان کے مطالعہ اور تحقیق کے ذریعے احکام شرعیہ کا استنباط ان کے تفصیلی دلائل کی مدد سے کیا جاسکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتبار: کسی شے کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا، یعنی جو حکم اس کی نظیر کا ہے وہی حکم اس شے کا قرار دینا۔

ایمان: اللہ تعالیٰ،فرشتوں،آسمانی کتابوں،تمام انبیاء ورُسل،موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے، تقدیر اور آخرت کے حساب وکتاب پر پختہ اور غیر متزلزل یقین کا نام ایمان ہے۔

تجزی الاجتہاد: تجزی الاجتہاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص شعبہ میں مہارت رکھنے والا عالم اگر اس شعبہ سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات سے بھی واقف ہو تو وہ اس خاص شعبہ کے مسائل پر اجتہادی رائے دے سکتا ہے۔

تحسینیات: تحسینیات سے مراد وہ آسائشیں ہیں جن سے حیاتِ انسانی میں عمدہ اخلاق اور اچھی عادات پیدا ہوں یا گردو پیش میں ایسا ماحول پیدا کرنا جس سے انسان کے ذوقِ جمال کی تسکین ہوتی ہو اور وہ مباح کے دائرے میں آتا ہو۔

تحقیق مناط: اصل مسئلے میں جو علّت متعین ہوئی ہو اسے فرعی مسئلہ یعنی مقیس میں تلاش کرنا اور اس علّت کے پائے جانے پر اصل کا حکم فرع پر نافذ کرنا۔

تخریج مناط: قرآن وسنّت میں مذکور حکم کی اصل علّت کو تلاش کرنا۔

تزکیہ: انسان اپنی خواہشاتِ نفس سے دست بردار ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنا لے ۔اپنے قلب کو اخلاص،صبر،شکر،توکل اور تقویٰ سے مزین کر لے ۔ایسے ہی افراد فکری گمراہیوں اور عملی نجاستوں سے بچ سکتے ہیں۔

تلازم: یعنی دو حکموں کو ایک دوسرے کے ساتھ بغیر کسی علّت کی تعیین کے لازم کرنا۔

تنقیح مناط: ان تمام اوصاف کو نقد و تجزیہ کے بعد چھانٹ کر الگ کر دینا جو حقیقتاً علّت نہیں بن سکتے اور اس وصف کا تعین کرنا جو علّت بن سکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاجیات: انسان کی وہ حوائج جن کے نہ ہونے سے زندگی میں مشکلات اور دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

حد: شریعت میں مقررہ سزا، خواہ اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر جاری کی جائے یا بطور اجتہاد حق العباد کے طور پر۔

حقیقت: وہ لفظ جو اسی معنی میں استعمال ہو جس کے لیے اہل لغت نے اسے وضع کیا ہے۔

خاص: خاص سے مراد ایسا لفظ ہے جو تنہا ایک معنی کے لیے بنایا گیا ہو اور بلا شرکت غیرے اس ایک معنی پر دلالت کرے۔

دیت: قتل عمد کے ساقط ہونے کی صورت میں، اور قتل خطا میں جان کے معاوضہ اور بدل کو دیت کہا جاتا ہے۔

دین: دین سے مراد وحی پر مبنی ایک ایسا نظامِ حیات ہے جو ہر شعبۂ زندگی کے لیے ہدایت و رہنمائی مہیا کرتا ہے۔

ذرائع: ذرائع کا اطلاق ان وسائل پر ہوتا ہے جو مقاصد تک پہنچاتے ہوں۔

رکن: وہ امر جو کسی چیز کی حقیقت میں داخل ہو اور اس کا جز ہو۔

سد الذرائع: کچھ جائز امور اگر ناجائز کاموں کی طرف جانے والے ہوں تو ان کو منع کر دینا۔

سَلم: ایسا عقد بیع جس میں مال حاضر، قیمت ادھار، یا قیمت حاضر مال ادھار ہو۔

شرح صدر: اس کیفیت کا نام ہے جب نورِ ایمان انسان کے قلب میں داخل ہو جائے، جس سے اس کا قلب وسیع ہو جائے اور اس کے لیے احکامِ الٰہیہ اور ان کی حکمتوں کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

شرط: وہ متفق علیہ ظاہری وصف ہے جس پر حکم کے وجود کا انحصار ہو۔اور اس کے عدم سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم اور سبب کا عدم وجود لازم ہو جائے۔

شریعت: زندگی گزارنے کا راستہ، وہ طریقہ زندگی جو دین نے مقرر کیا ہے، یعنی اللہ کے نبیؐ کے لائے ہوئے احکام۔

ضروریات: اس سے مراد وہ امور ہیں جن پر حیات انسانی کا دارومدار ہے۔ ان کے بغیر انسانی زندگی کا قیام ممکن نہیں اور زندگی بدنظمی اور فساد کا شکار ہو جاتی ہے۔

ضیق صدر: یہ اصطلاح شرح صدر کے مقابلے میں بطور متضاد استعمال ہوتی ہے جس سے مراد تنگ دل ہونا یا قلب ونگاہ کا تنگ ہونا ہے۔

عادت: عادت وہ عمل ہے جو بار بار کرتے رہنے کی وجہ سے طبیعت و مزاج کا حصہ بن جائے اور طبعِ سلیم رکھنے والوں کے نزدیک وہ قابل قبول ہو۔

عام: یہ ایسا لفظ ہے جو اپنی لغوی ترکیب کے اعتبار سے کثیر افراد کے لیے وضع کیا گیا ہو اور ان تمام افراد کو جو اس کے مفہوم میں شامل ہونے کے قابل ہوں، انہیں محدود اور متعین کیے بغیر ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی وقت میں اپنے مفہوم میں شامل کرنے پر دلالت کرے۔

عرف: لوگوں کے معاملات میں عرف وہ ہے جس کے لوگ عادی ہو چکے ہوں اور معاملات کا دارومدار اس پر ہو۔

علّت: علّت کسی حکم سے متعلق وہ خارجی وصف ہے جو اس حکم کے وجود میں مؤثر ہو، اور حکم کا مدار بن رہی ہو۔

فتح الذرائع: ان وسائل کو پیدا کرنے یا ایسے وسائل اختیار کرنے کا عمل جو اعلیٰ مقاصد تک پہنچاتے ہوں یا ان کے حصول میں مدد و معاون ہوں۔

فرع: وہ چیز جس کا حکم صراحتاً مذکور نہ ہو۔

فقہ: شریعت کے مفصل دلائل کی روشنی میں عملی احکامِ شریعت معلوم کرنا، نیز ایسے احکامِ شرعیہ کا علم جن کا خصوصی تعلق انسانِ مکلّف کے اعمال و افعال سے ہوتا ہے۔ وہ احکام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعی دلائل سے اخذ کیے جاتے ہیں۔

فقیہ: علم فقہ کا ماہر۔

قاعدہ (قاعدہ فقہیہ): وہ اصول (حکم)، جو کلّی نہ ہو، اکثری ہو اور اپنے تحت آنے والی اکثر جزئیات پر اس کا اطلاق ہو، تا کہ ان جزئیات کا فقہی حکم اس سے معلوم کیا جا سکے۔

قاعدہ (قاعدہ کلّیہ): وہ کلی اور عمومی حکم (قانون، اصول) جس کا اطلاق اس کے تحت آنے والی تمام جزئی صورتوں پر ہوتا ہو اور ان کے احکام اس قاعدے سے معلوم کیے جا سکیں۔

قذف: تہمت زنا، کسی پاک دامن شخص پر صراحتاً یا دلالتاً زنا کی تہمت لگانا۔

قساوت قلب: قساوتِ قلب اس کیفیت کا نام ہے جس میں مبتلا شخص ایسی صریح گمراہی میں گرفتار ہوتا ہے جس سے نکلنے اور ہدایت پانے کے آثار کم ہوتے ہیں۔

قیاس: اشتراکِ علّت کی بنا پر حکم منصوص کو غیر منصوص میں جاری کرنا۔

قیاس جلی: ایسا قیاس جس میں فرع کا اصل کے ساتھ ملحق ہونا اتنا واضح ہو کہ مشترک علّت کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہ ہو۔ اسے قیاس ظاہر اور قیاس قطعی بھی کہتے ہیں۔

قیاس خفی: ایسا قیاس جس میں فرع کا اصل کے ساتھ ملحق ہونا واضح نہ ہو بلکہ علّت کی ضرورت پڑتی ہو۔

مجاز: وہ لفظ جو اس معنی میں استعمال ہو جس کے لیے اسے وضع نہ کیا گیا ہو۔

مجتہد: جو اجتہاد کے ذریعے احکام شریعت کا استنباط کر سکے اور قرآن وسنت سے اخذ احکام کی پوری صلاحیت رکھتا ہو۔

مدارک: احکام شریعہ کے چاروں مآخذ یعنی قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔

مصالح مرسلہ: وہ مصالح جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے، نہ ان کا صراحتاً اعتبار کیا ہے اور نہ انہیں رد کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصالح معتبرہ: وہ مصالح جن کا شریعت نے اعتبار کیا ہے۔

مصالح ملغاۃ: وہ مصلحتیں جنہیں شریعت نے لغو قرار دیا ہے۔

مضاربہ: ایسا عقد شراکت جس میں ایک فریق کا مال ہو اور دوسرے فریق کا عمل اور نفع دونوں کے درمیان ایک تناسب کے ساتھ طے ہو۔

مطلق: وہ لفظ ہے جو اپنی حقیقت و ماہیت پر ویسی ہی دلالت کرے جیسے کہ وہ ہے۔ یہ لفظ اپنی جنس میں عام ہوتا ہے اور اپنی جنس کے ایک فرد یا کثیر غیر معین افراد پر کسی صفت، شرط، زمان، مکان، عدد یا کسی اور چیز کی قید کے بغیر دلالت کرتا ہے۔

مقید: مقید وہ لفظ ہے جو کسی معین فرد یا افراد کو بتائے یا غیر معین فرد یا افراد کو کسی قید سے مقید کرے۔

مکلّف: وہ انسان جسے احکام الٰہی پر عمل پیرا ہونے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہو۔

مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرآن وسنت میں دین اسلام کے بنیادی عقائد، عبادات اور اخلاق ظاہرہ و باطنہ کے لیے واضح ہدایات موجود ہیں۔ ان تینوں شعبوں میں اگر افراد امت کی صحیح تعلیم و تربیت کر دی جائے تو زندگی کے دیگر معاشرتی، معاشی اور سیاسی امور کا حل بھی آسان ہو جاتا ہے۔ قرآن وسنت میں ان شعبوں کے بارے میں زیادہ تر اصولی ہدایات دی گئی ہیں۔ کہیں کہیں جزوی مسائل پر بھی واضح حکم بیان کیا گیا ہے۔ قرآن وسنت کے احکام اٹل ہیں، انہیں تو کوئی فرد نظر انداز نہیں کر سکتا، لیکن زندگی کے مسائل کبھی ختم نہیں ہوتے۔ ہر دور اور ہر زمانے میں کچھ نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ مرور ایام اور ارتقائی مراحل طے کرنے کی وجہ سے بہت سی معاشرتی اور سماجی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ مختلف تہذیبوں کے اجتماع سے بھی بسا اوقات مسائل جنم لیتے ہیں۔ نئی نئی ایجادات کی وجہ سے بھی کچھ مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اس قسم کے سارے مسائل اور ان کے حل کی تفصیلات کسی ایک کتاب میں یکجا جمع نہیں کی جا سکتیں۔ اس قسم کے مسائل کو حل کرنے کے لیے شریعت نے اجتہاد کا اصول عطا فرمایا ہے۔

فقہاء نے اجتہاد کے ایسے ایسے مناہج و اسالیب دریافت کیے ہیں جن کی بنیاد پر ہر شعبۂ زندگی کے متعلق ہر دور اور ہر زمانے کے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔

اس کتاب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ فقہاء کے پیش کردہ مناہج اجتہاد کی علمی انداز میں وضاحت کر دی جائے تاکہ آج کے دور کے اہل علم اور فقہاء ان اسالیب و مناہج کو پیش نظر رکھ کر آج کے مسائل کا حل پیش کر سکیں۔

اس کتاب کی ابتدا پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب ڈائریکٹر دعوۃ اکیڈمی کے وقیع حرفِ اول سے کی گئی ہے۔ اس کی تمہید اور مقدمے میں فاضل مؤلف نے کتاب کے موضوع کا علمی تعارف پیش کیا ہے اور اس تالیف کی ضرورت و اہمیت کو واضح کیا ہے۔ اس کے بعد کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں اجتہاد کا تصور اور اِس کا پسِ منظر، دوسرے میں اجتہاد کی اہلیت (قدیم اور معاصر فقہاء کے نقطہ ہائے نظر) اور بابِ سوم اور چہارم میں مناہج و اسالیبِ اجتہاد کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں مؤلف نے دورِ جدید میں اجتہاد کے اسالیب کو بھی عام فہم علمی انداز میں بیان کیا ہے۔ آخر میں نتائجِ بحث کے عنوان سے اس تحقیقی کاوش کا خلاصہ ذکر کیا گیا ہے اور کتب برائے مزید مطالعہ کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ اِس لحاظ سے کتاب اپنے موضوع پر "مختصر مگر جامع" کی مصداق ایک علمی کاوش ہے۔

شریعۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اِسلامی یونیورسٹی اسلام آباد